مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے قلم کا ایک تازہ شاہکار

تہذیب و تمدن پر

اسلام کے اثرات و احسانات

جس بڑے واضح اور متعین انداز سے انسانی تہذیب و تمدن پر اسلام کے عظیم و ناقابل فراموش احسانات اور دور رس و دیرپا نقوش و اثرات سے پوری علمی و تاریخی دیانت، فکری و تحقیقی متانت اور ایمانی حکمت و فراست کے ساتھ بحث کی گئی ہے اور ایک پھیلے ہوئے تاریخی موضوع کو دس نکات میں سمیٹ کر گویا دریا کو سمندر میں بند کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

دنیا کو اسلام کے عظیم عطیات میں عظمت انسانی اور عورتوں کے حقوق کی بحالی، توحید کے عالمی اثرات علم و عقل کی ہمت افزائی، عالمی اخوت و مساوات دین و دنیا کی وحدت اور ایک صالح عالمی تمدن پر خصوصی روشنی ڈالی گئی ہے۔

ایک تاریخی جائزہ جو عصری مشکلات و مسائل کا اسلامی حل ہے۔

دنیا کے ایک بڑے مذہب (اسلام) کے عالمگیری اثرات کی نشاندہی جو مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لئے قابل غور و فکر ہے۔

ملت اسلامیہ کے لئے لمحۂ فکریہ اور دنیا کی رہنمائی کے لئے سرگرم عمل ہونے کی مخلصانہ دعوت انسانیت کے حال و مستقبل اور اسلام سے تعلق رکھنے والے ہر مخلص اور جویائے حق انسان کے لئے نایاب تحفہ۔

اعلیٰ کتابت، آفسٹ طباعت، قیمت اردو عربی انگریزی ایڈیشن ۱۵/ روپے صرف

قیمت کتاب پیشگی بھیجنے والوں کو کتاب مصارف ڈاک کی رعایت کے ساتھ رجسٹری بھیجی جائے گی۔

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹ لکھنؤ

رضوان لکھنؤ

رضوان لکھنؤ

February 1987
Monthly RIZWAN
LUCKNOW—226018

بچوں کی قصص الانبیاء

۵ حصّوں پر مشتمل

اس کتاب میں بچوں کی آسان و شگفتہ زبان میں نبیوں کے حالات لکھے گئے ہیں۔ صرف قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں۔

حصہ اوّل
حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ہود اور حضرت صالح، حضرت اسلام علیہم السلام کے حالات
۶/-

حصہ دوم

حصہ سوم

حصہ چہارم

حصہ پنجم

از: امۃ اللہ تسنیم

اس کتاب کے بارے میں مفسرِ قرآن حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"...... مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی کتاب قصص النبیین للاطفال اب کسی تعارف کی محتاج ہے، تعریف کی۔ سلیس شستہ عربی میں کم عمروں کے لیے سبق آموز و پر ہدایت حالات لڑکوں و بوڑھوں سب کے پڑھنے کے لائق۔ ...... صاحبہ نے یہ کیا ہے کہ انھیں کتاب کو عربی سے اردو میں منتقل کر دیا۔ کتاب ترجمہ میں ترجمہ سے کچھ بڑھ کر ہے۔ زبان کی خوبیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ جو لڑکے لڑکیاں اس کو پڑھیں گے وہ ساتھ ساتھ اردو زبان بھی سیکھتے جائیں گے"

ناشر: مکتبۂ اسلام
۵۴/۱۲۱-محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ (یو پی) بھارت

خواتین کی ترجمان

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

جلد نمبر ۳۱ شمارہ نمبر ۴

اپریل سنہ ۱۹۸۷ء شعبان سنہ ۱۴۰۷

مُدیر

محمد حمزہ حسنی

مُعاونین

اَمۃ اللہ حسنی

میمونہ حسنی

اُنجلی حسنی

سالانہ چندہ

برائے ہندستان پچیس روپے

برائے بیرونی ممالک

ہوائی ڈاک سے ایک سو پچیس روپے

فی پرچہ دو روپے پچاس پیسے

ماہنامہ رضوان

۴/۵۴، احمد علی لین،

گوئن روڈ، لکھنؤ

۲۲۶۰۱۸

فہرست مضامین

اداریہ	۳	مدیر
کتاب ہدایت	۵	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ
حدیث کی روشنی	۷	مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ
حمد پاک	۹	جناب یوسف تبرلی
فریضۂ رمضان کی حکمتیں	۱۰	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
ماہ شعبان اور آتش بازی	۱۷	مولانا محمد ثانی حسنی رح
قصیدہ در مدح ابوبکر صدیق	۲۰	ڈاکٹر طفیل احمد مدنی
حیات طیبہ ایک نظر میں	۲۲	محمود الحسن رکن الدین
ہندوستان میں مسلمانوں کے قدم	۲۴	عبداللہ شاکری
اسلامی فکر و نظر کے تربیتی عناصر	۳۰	محمد ثناء اللہ
غیر مسلموں کے مسلمان فرمانرواؤں کا برتاؤ	۳۶	سید رئیس احمد جعفری
کون بہتر، کون بدتر	۴۰	عائشہ بی
آپ بیتی	۴۲	عبدالمجید قریشی
بزم قارئین	۴۶	
کشیدہ کاری	۴۷	

اپنی بات ہم تو رہے

مُدیر

ماھنامہ رضوان گذشتہ تیس برسوں سے آپ کی خدمت میں جارہا ہے۔ اس طویل مدت میں جو دشواریاں آئیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دور ہوتی گئیں، اور رسالہ اپنا کام انجام دیتا رہا درمیان میں ایسا بھی دور آیا کہ لگتا تھا کہ اس کو بند کرنا پڑے گا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا اور ایسے پریشان کن دور سے بھی بحسن وخوبی پار لگایا۔

"رضوان کے بانی مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۵ برس تک اس رسالہ کو خونِ جگر پلا پلا کر پروان چڑھایا اور اپنی عمر عزیز کے پچیس قیمتی سال اس کی نذر کئے۔ اس وقت رسالہ خریدنے والے تو کجا مضمون نگار بھی مشکل سے دستیاب ہوتے تھے، اکثر ایسا ہوتا تھا کہ پورا شمارہ مولانا علیہ الرحمۃ کے مضامین پر مشتمل ہوتا تھا جو مختلف ناموں سے لکھے گئے ہوتے تھے، اسی طرح وہ رسالہ نکالتے رہے اور اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک اس سے وابستہ رہے اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کو اجر عظیم عطا فرمائے

مولانا کی وفات کے بعد یہ طے کیا گیا کہ رسالہ رضوان کی نجی ملکیت ختم کر دی جائے اور ایک دینی رفاہی ادارہ کی طرف سے اس کی اشاعت ہو۔ یہ ادارہ جو "مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن" کے نام سے قائم کیا گیا اس کی حیثیت ایک ٹرسٹ (وقف) کی ہے۔ یہ اس لئے کیا گیا تاکہ اس کا ثواب حضرت مولانا مرحوم کو اور ان تمام لوگوں کو ملے جو اس کی اشاعت یا اعانت کریں۔

اس فاؤنڈیشن نے دین کی اشاعت کے لئے مزید پروگرام بنائے ہیں ان میں ایک اہم کام ہندی زبان میں ایک دینی رسالہ کی اشاعت ہے تاکہ ہمارے جو بھائی اردو نہیں جانتے صرف ہندی جانتے ہیں وہ دینی معلومات حاصل کر سکیں اور غیر مسلموں میں بھی اسلام کا تعارف ہو سکے۔ اس سلسلہ میں ہم آپ سے تعاون کی درخواست کرتے ہیں۔ تاکہ یہ رسالہ جلد از جلد شائع ہو سکے۔

"رضوان" کے خریدار حضرات اور بہنوں نے ادارہ کے ساتھ ہمیشہ تعاون کا معاملہ رکھا ہے، اس دور میں بھی جب رسالہ کئی کئی ماہ کی تاخیر سے نکل رہا تھا اور کسمپرسی کے عالم میں تھا۔ امید ہے اب بھی وہ تعاون کا معاملہ کریں گے اور رسالہ کی مزید توسیع اشاعت کریں گے۔ تاکہ رسالہ اپنا نقصان پورا کر سکے اور زیادہ سے زیادہ خاندانوں تک پہونچ سکے۔

یہ چند باتیں رسالہ کے متعلق تھیں جو آپ کے سامنے رکھی گئیں۔

امید ہے کہ آپ اس ملی و دینی ادارہ کے ساتھ خصوصی تعاون کا معاملہ کریں گے۔

قرآن

وہ آئینہ ہے جس میں مختلف عقائد وخیالات کے لوگ اپنا چہرہ دیکھ سکتے ہیں

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا

(انعام ع ۱۵)

بھلا ایسا شخص جو کہ مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا، اور ہم نے دی اس کو روشنی کہ لئے پھرتا ہے اس کو لوگوں میں برابر ہو سکتا ہے اس کے جس کا حال یہ ہے کہ پڑا ہے اندھیروں میں وہاں سے نکل نہیں سکتا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

(حدید ع ۴)

اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے اور یقین لاؤ اس کے رسول پر، دے گا تم کو دو حصے اپنی رحمت سے اور رکھ دے گا تم میں روشنی جس کو لئے پھرو اور تم کو معاف کر دے گا۔

"يَمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ" اور "تَمْشُوْنَ بِهٖ" کے الفاظ اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ یہ روشنی آخرت سے مخصوص نہیں، بلکہ دنیا کی زندگی اور اس کے تمام معاملات میں ان کو ایک خاص نور بصیرت اور قوت تمیز حاصل ہوتی ہے، وہ اپنی زندگی کے تمام معاملات وحی الٰہی کی روشنی، پیغمبر کی رہنمائی اور اس "فرقان"

کی مدد سے طے کرتے ہیں۔ جو ان کو اللہ کی طرف سے عطا ہوتا ہے، ان کا پورا طریقۂ زندگی دوسری غیر مومن قوموں کے طریقے سے ممتاز ہوتا ہے۔ اور ان کا یہ امتیاز صرف اس وجہ سے ہے کہ اس کی بنیاد قیاس و تجربہ پر نہیں، بلکہ وحی و رسالت پر ہے، اس مابہ الامتیاز اور فیصلہ کن صلاحیت کی طرف دوسری آیت میں اشارہ کیا گیا ہے :—

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا (انفال ع ۴)

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہارے لئے (حق و باطل میں) امتیاز کرنے والی ایک قوت پیدا کر دیگا

اسی بنا پر قرآن کو اللہ نے "نور" "بصائر" "ہدیٰ" "بینۃ" "موعظۃ" "شفاء" اور ذکر مبارک کہا ہے۔ قرآن مجید وہ آئینہ ہے جس میں مختلف عقائد و خیالات اور اخلاق و اعمال کے لوگ اپنا چہرہ دیکھ سکتے ہیں اس میں کہیں صراحۃً کہیں اشارۃً، کہیں پچھلی قوموں اور اشخاص کے ذکر میں اور کہیں براہ راست ان کا تذکرہ موجود ہے۔

لَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ (انبیاء ع ۱)

ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی جس میں تمہارا تذکرہ ہے کیا تم نہیں سمجھتے ہو۔

مشہور محدث اور امام احمد بن حنبلؒ کے شاگرد رشید شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن نصر مروزی بغدادی (۲۰۲ — ۲۹۴ھ) نے اپنی کتاب قیام اللیل میں ایک عبرت انگیز واقعہ نقل کیا ہے۔ جس سے اس آیت کے فہم میں مدد ملتی ہے اور سلف کے فہم قرآن اور تدبر قرآن پر روشنی پڑتی ہے۔

کتبہ حامد بستوی

حدیث کی روشنی

مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ

قناعت و استغنا

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کامیاب و بامراد ہوا وہ بندہ جس کو حقیقت اسلام نصیب ہوئی اور اس کو روزی بھی بقدر کفاف ملی، اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اس قدر قلیل روزی پر قانع بھی بنا دیا۔"

تشریح :- بلاشبہ جس بندے کو ایمانی دولت نصیب ہوئی اور ساتھ ہی اس دنیا میں گزارے کا سامان بھی، اور پھر اللہ تعالیٰ اس کے دل کو قناعت اور طمانیت کی دولت بھی نصیب فرما دیں تو اس کی زندگی بڑی مبارک اور بڑی خوشگوار ہے اس پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہے۔ یہ قناعت اور دل کی طمانیت وہ کیمیا ہے جس سے فقیر کی زندگی بادشاہ کی زندگی سے زیادہ لذیذ اور پر مسرت بن جاتی ہے۔ ع

ایں کیمیائے ہستی قارون کند گدا را

آدمی کے پاس اگر دولت کے ڈھیر ہوں لیکن اس میں اور زیادہ کے لئے طمع اور حرص ہو اور وہ اس میں اضافہ ہی کی کوشش میں لگا رہے اور ھَلْ مِنْ مَزِيْد ہی کے پھیر میں پڑا رہے تو اسے کبھی قلبی سکون نہ ہوگا۔ اور وہ دل کا فقیر ہی رہے گا۔ برخلاف اس کے اگر آدمی کے پاس صرف جینے کا مختصر سامان ہو مگر وہ اس پر مطمئن اور قانع ہو تو فقر و افلاس کے باوجود وہ دل کا غنی رہے گا۔ اور اس کی زندگی بڑے اطمینان اور آسودگی کی زندگی ہوگی۔

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مجھ سے ارشاد فرمایا۔ ——— ابوذر! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مال زیادہ ہونے کا نام تونگری ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم (ایسا ہی سمجھا جاتا ہے۔) پھر آپؐ نے فرمایا کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ مال کم ہونے کا نام فقیری اور محتاجی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم (ایسا ہی خیال کیا جاتا ہے۔) یہ بات آپ نے مجھ سے تین دفعہ ارشاد فرمائی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا اصلی دولت مندی دل کے اندر ہوتی ہے۔ اور اصلی محتاجی اور فقیری بھی دل ہی میں ہوتی ہے۔

تشریح:- حقیقت یہی ہے کہ تونگری اور محتاجی، خوشحالی اور بدحالی کا تعلق روپے پیسے سے زیادہ آدمی کے دل سے ہے اگر دل غنی اور بے نیاز ہے تو آدمی بخنت اور خوشحال ہے۔ اور اگر دل حرص وطمع کا گرفتار ہے تو دولت کے ڈھیروں کے باوجود وہ خوشحالی سے محروم اور محتاج و پریشان حال ہے، سعدی علیہ الرحمہ کا قول ہے ؎

"تونگری بدل است نہ بہ مال"

قناعت و توکل

عبد اللہ بن مبارکؒ کے مکان پر ملاقاتیوں کا تانتا بندھا ہوا ہے لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں۔ شاید آپ کی موت کا وقت قریب آگیا ہے۔ اپنا تمام مال واسباب آنے والوں پر تقسیم کر دیا ہے۔ قناعت و توکل کا یہ عالم ہے کہ پسماندگان کے لئے کچھ بھی بچا کے نہ رکھا بلکہ جب کے نیاز مندوں اور خادموں نے اس کی طرف متوجہ کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا ان کا نگہبان اور ان کی کفالت کرنے والا خدا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ دیر کے لئے آپ نے گردن جھکائی اور لمثل ھذا فلیعمل العاملون فرماتے ہوئے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

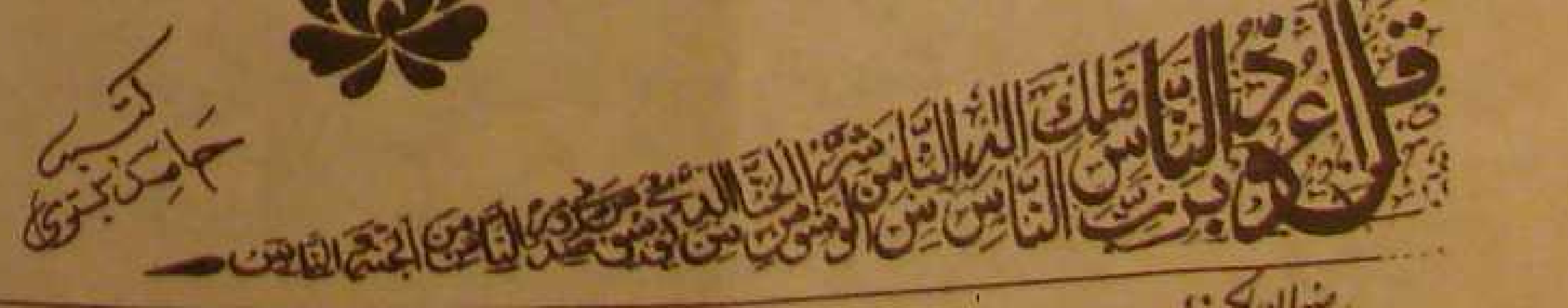

حمد باری

جب سے ہونٹوں پہ یارب ترا نام ہے
تیرے بیمار کو کافی آرام ہے
تو نے بخشا ہمیں نورِ اسلام ہے!
ہم پہ تیرا! حقیقی یہ انعام ہے
جس کو تیری غلامی سے انکار ہے
بادشاہت میں رہ کر بھی ناکام ہے
روٹھتا ہے، زمانہ اگر روٹھ جائے
راضی کرنا تجھے بس مرا کام ہے
آسمانوں کی دنیا میں ہے محترم
تری خاطر جو دنیا میں بدنام ہے
اپنے منکر کو بھی رزق دیتا ہے تو
تیری رحمت تو ہر ایک پر عام ہے
ہاں قدم کا اٹھانا مرا کام تھا
پار بیڑا لگانا تیرا کام ہے
جس کو سجدے کی حالت میں موت آگئی
اور اس سے حسیں کس کا انجام ہے
اور کیا چاہیئے یوسف خستہ کو
وقتِ آخر لبوں پہ ترا نام ہے

فریضۂ رمضان کی حکمتیں

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ

* اس مقالہ میں حجۃ اللہ البالغہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ	اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ جیسے تم سے پہلوں پر کئے گئے تھے، تاکہ شاید تم میں تقویٰ پیدا ہو۔

اسلام اپنے پیروں کو جس اعتدال، ضبط نفس، اطاعت اور روحانیت کے کمال تک پہونچانا چاہتا ہے اس کے لئے اس نے دو راستے اختیار کئے ہیں۔

جو اشیاء اور اعمال انسان کی زندگی میں خود فراموشی، سخت بے اعتدالی، معصیت اور ارتکاب جرم کی طرف طبعی میلان، پستی اور بے عملی کی طرف رجحان اور سرکشی کیطرف رغبت، دنیا کی زندگی کی بڑھی ہوئی ہوس، اور تعیش و فسق و فجور کا بحران، بے حیائی اور بے غیرتی کی ترغیب پیدا کرتے ہیں۔ ان سب کو اس نے ابدی طور پر انسان کے لئے ممنوع قرار دے دیا جس میں عمر کے کسی مرحلے، زمانے کے کسی اختلاف اور ملک و مقام کے کسی امتیاز کو دخل نہیں ہے ممنوعات کی اس فہرست میں وہ تمام معاصی داخل ہیں جو کبھی انسان کے لئے حلال اور جائز نہیں، مثلاً شراب، لحم خنزیر، قمار، ربوا، مال حرام اور دوسرے معاصی۔

جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا ہے یا مسلمان سن بلوغ کو پہونچتا ہے تو وہ ان تمام چیزوں سے روزہ رکھ لیتا ہے، اس روزے کی ابتدا یا اس زندگی کی صبح صادق! اسلام کے احکام کا مخاطب بن جاتا ہے۔ اب اس روزے کا افطار عمر کے آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے نہیں ہے۔ یہ ایک طویل روزہ ہے جو ہر مسلمان کو سفر و حضر میں رکھنا ہوتا ہے۔ اور حالت اضطرار (شرعی) کے سوا کوئی استثنا نہیں، شریعت کے مقاصد حصول کے لئے اور ان معاصی کو بند کرنے کے لئے جن کا اوپر تذکرہ کیا گیا ہے یہ روزہ لازمی ہے۔

ان منصوص چیزوں کے علاوہ لذت کی تمام چیزیں (بشرطیکہ وہ حرمت و کراہت سے خالی ہوں) مباح اور جائز ہیں۔ ان سے خواہ مخواہ کے لئے رکنا پسندیدہ نگاہ سے نہیں دیکھا گیا ہے اور ان حلال چیزوں کو اپنے لئے حرام کر لینا شریعت میں ایک طرح کی تحریف، دین میں تشدد اور کفران نعمت قرار دیا گیا ہے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا خَالِصَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ	آپ کہدیجئے کہ کس نے حرام کیا ہے اللہ کی اس زینت اور پاک رزق کو جو اس نے اپنے بندہ کیلئے نکالا ہے آپ کہدیجئے کہ یہ سب چیزیں ایمان والوں کیلئے دنیا میں بھی ہیں اور آخرت میں تو مخصوص طور پر۔

دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ کھانا پینا ناجائز نہیں بلکہ اسراف ناجائز ہے۔

فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۔	پس کھاؤ پیو اور اسراف مت کرو۔

لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان مباحات و لذائذ کا بے قید اور دائمی استعمال لذتوں میں انہماک اکل و شرب کی دائمی آزادی، اس جادہ اعتدال سے انسان کو ہٹا دیتی ہے۔ جس پر دین مسلمان کو دیکھنا چاہتا ہے، اس کے رجحانات اور مقاصد زندگی کو بدل دیتی ہے اور بعض اوقات نفس پروری، شکم پروری، نا و نوش اور عیش کوشی مقصود زندگی بن جاتی ہے۔ طبیعت میں ایک طرح کی بلادت اور بے حسی پیدا ہو جاتی ہے۔ ضبط نفس اور جفاکشی کی قوت باقی نہیں رہتی، تن آسانی تنعم کی خو پیدا ہو جاتی ہے۔ انسانیت کی روح کچل جاتی ہے اور روحانی جذبات مردہ ہو جاتے ہیں سالہا سال اور بعض اوقات پوری عمر

حقیقی روحانی مسرت، سبک روحی، دماغ کی یکسوئی، ذکر و عبادت میں لذت، مناجات کی حلاوت نصیب نہیں ہوتی۔ بعض لوگوں کو برسوں خالی پیٹ ہونے اور اعتدال کی سعادت حاصل نہیں ہوتی اور وہ اس کا مزہ نہیں جانتے۔

اس اعتدال، ضبط نفس اور روحانیت کی قوت کو بڑھانے کے لئے دو راستے تھے ایک تقلیل طعام کا راستہ تھا لیکن اس میں دو نقص ہیں۔ ایک تو اس کا عمومی معیار، سب کے لئے ایک مقدار مقرر کرنا نہایت مشکل ہے۔ اور اس کو لوگوں کی رائے اور تمیز پر چھوڑنا بھی دشوار۔ کہ اول تو یہ اصول تشریع (آئین سازی) کے خلاف ہے دوسرے مذاہب و اخلاق کی تاریخ میں اس کا تجربہ ہمیشہ ناکام رہا ہے۔ لوگوں نے اس آزادی اور اختیار کا ہمیشہ غلط استعمال کیا ہے، اور مبہم اور غیر متعین احکام عملاً بیکار و بے نتیجہ ہو کر رہ گئے۔ (جیسے بہت سے اخلاقی نصائح اور ہدایات) دوسرے اکثر محض تقلیل طعام بہت طبائع کیلئے بالکل غیر مؤثر اور بے نتیجہ تدبیر ہے۔

دوسرا راستہ یہ ہے کہ کوئی ایسا طویل وقفہ مقرر کیا جائے جس میں کوئی چیز استعمال ہو۔ یہ طریقہ زیادہ حسی، زیادہ مؤثر اور قوت بہیمہ کو زیادہ کمزور کرنے والا ہے۔ یہ وقفہ دین کی اصطلاح میں (صوم یا روزہ ہے۔ جس کے خاص احکام و شرائط ہیں جو بہت گہرے تشریعی اور نفسیاتی اسرار پر مشتمل اور حکم و مصالح پر مبنی ہیں۔

۱۔ روزہ صبح صادق سے شروع ہو کر غروب آفتاب تک رہتا ہے۔ اگر یہ وقفہ پورے دن سے کم ہوتا تو اس کا کوئی خاص اثر شعور و طبیعت پر نہ پڑتا۔ زندگی میں ایسے اتفاق ہوتے رہتے ہیں کہ کبھی کبھی وقت کا کھانا ناغہ ہو جاتا ہے، اگر محض یہی ہو کہ دن میں صرف چند گھنٹوں کا روزہ رکھا جائے تو اس کا کوئی خاص احساس اور اصلاحی اثر نہ پڑے گا اور بہت سے لوگوں کو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا اپنے حساب سے ایک روز ذرا دیر سے کھانا کھایا۔

۲۔ یہ روزے رمضان کے تیس یا انتیس دن رکھے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ ایسے وقفے مسلسل ہوں تاکہ ان کے نقوش دیرپا ہوں۔ ایک طویل وقفے سے یہ بہت زیادہ مفید ہے کہ متواتر متعدد متوسط درجے کے وقفے ہوں۔

۳۔ ان وقفوں کی تعداد کا تعین بھی ضروری ہے کہ اس کو مبہم اور غیر معین چھوڑ دینے سے افراط و تفریط کا اندیشہ ہے۔ بہت سے لوگ بہت تھوڑے روزے رکھتے اور بہت سے لوگ بہت زیادہ روزے رکھتے۔ اور پھر جب یہ عالمگیر فریضہ ہے اور تشریع عام مقصود ہے تو اس میں انتخاب کا حق نہیں رہنا چاہئے تھا کہ جو شخص جس مہینے میں چاہے روزے رکھے۔ اس سے عام طور پر حیلہ جوئی، عذر اور بے عملی کا دروازہ کھلتا ہے اور گریز کی راہ پیدا ہو جاتی ہے۔ احتساب اور باز پرس کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا۔ وعظ و نصیحت امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ جس شخص سے بھی کسی وقت اس بارے میں گفتگو کی جائے وہ یہ کہہ کر منہ بند کر سکتا ہے کہ میرا معمول فلاں مہینے میں ہے۔ اور اس کا کوئی جواب نہیں اور اسی طرح رفتہ رفتہ اس چیز کا رواج مٹ جائے گا۔

۴۔ ایک ہی وقت میں تمام روئے زمین کے مسلمانوں کے روزہ رکھنے میں بڑی حکمت ہے۔ مسلمانوں کی بڑی جماعت کا فریضہ صیام کو اہتمام کے ساتھ ایک وقت میں ادا کرنا، کمزور طبیعت والوں کے لئے بھی ہمت افزا، شوق انگیز اور فریضہ کی ادائیگی میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ایک عالمگیر روحانی ماحول اور ایک عمومی دینی فضا پیدا ہو جاتی ہے جو قلب و ارواح کے لئے موسم بہار کی تاثیر رکھتی ہے۔ جس میں تھوڑی توجہ سے ہر چیز میں نشو و نما پیدا ہونے لگتا ہے۔ مسلمانوں کے اس روحانی فریضہ میں مشغول ہونے سے ملکوتی انوار و برکات کا نزول ہوتا ہے اور عوام کے آئینہ دل پر انوار کا انعکاس ہوتا ہے۔ مسلمان عالم کے جس گوشہ میں بھی ہو اس کو روزہ دارانہ فضا معلوم ہوتی ہے جو اس سے خود ہی تقاضہ کرتی ہے کہ وہ بھی روزہ دار ہو۔ مسلمان روزہ شکنی کر کے اپنے کو اس ماحول میں اجنبی اور ایک طرح کا مجرم سمجھتا ہے۔

۵۔ ان تمام حکمتوں کی بنا پر سال میں ایک پورا مہینہ روزہ کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ دوسری خصوصیات کے علاوہ جن کا ہمیں علم نہیں رمضان کی تخصیص کی ایک کھلی وجہ یہ ہے کہ اس ماہ مبارک میں نزول قرآن کا سلسلہ شروع ہوا اور روزہ اور قرآن میں خاص مناسبت ہے۔ قرآن چونکہ عالم غیب اور عالم روحانیت کی چیز ہے۔ اور روزہ عالم مادی سے بہت حد تک آزادی، قلب و روح میں لطافت اور عالم غیب اور عالم روح سے ایک طرح کی مناسبت پیدا کر دیتا ہے۔

روزہ دار پر خدا کی صفات کا پرتو اور اسکی شان صمدیت کا ایک اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے قرآن کے دل میں بسنے اور روح میں پیوست ہونے کا خاص موقع ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کے حصے کو مختلف طریقوں سے روزہ میں زیادہ سے زیادہ داخل کیا گیا ——— اور یہی تراویح کی حکمت ہے۔

۶۔ روزہ زندگی میں ایک ایسا محسوس فرق اور امتیاز پیدا کر دیتا ہے کہ جس سے جس انسان کو بھی اپنے سابقہ طرز زندگی، غفلت شعاری اور دنیاوی انہماک میں تخفیف کا طبعی تقاضہ پیدا ہو جاتا ہے۔ رمضان ایک مہمیز کا کام دیتا ہے، جو سوئی ہوئی طبیعتوں کو جگانے، بجھے ہوئے دلوں کو گرمانے، آتش محبت کو بھڑکانے اور دبی چنگاریوں کو ابھارنے کا سامان پیدا کر دیتا ہے۔ انسان کی فطرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تنوع اور اختلاف کو انسان کے بیدار اور ہوشیار کرنے اور اسکی کند طبیعت کو تیز کر دینے میں بڑا دخل ہے۔ رات دن کے اختلاف کو انسان کی جسمانی، روحانی تازگی میں خاص دخل ہے۔ قرآن کہتا ہے:۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّکَّرَ اَوْ اَرَادَ شُکُوْرًا ۝ (فرقان)

وہ وہی ہے جس نے بنایا رات اور دن کو ایک دوسرے کا جانشین واسطے اس کے جو سوچے اور شکر گذاری کا ارادہ کرے۔

دوسری جگہ فرمایا:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا ط (آل عمران)

بلاشبہ آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق اور اختلاف لیل و نہار میں نشانیاں ہیں۔ ان اہل عقل و دانش کیلئے جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے۔

جس طرح سے کہ مادی طور پر رات دن کا اختلاف، ہر نئی صبح کا طلوع انسان میں ایک شعور، ایک نئی آمادگی اور خالق کی طرف توجہ پیدا کر دیتا ہے۔ اسی طرح روحانی طور پر رمضان کی سالانہ آمد مسلمانوں کی بستیوں اور آبادیوں میں روحانیت کا احساس، دینی بیداری، اپنی کوتاہیوں پر ندامت، مجرموں میں اپنے جرائم پر ندامت اور خدا کی طرف ایک توجہ اور انابت پیدا کر دیتی ہے۔ اور اگر مادیت نے قلب کو بالکل بے حس نہیں بنا دیا ہے تو صدہا آدمیوں کو توبہ اور اصلاح کی توفیق ہو جاتی ہے۔ رمضان سالانہ احتساب اور اپنی سابق زندگی کا جائزہ لینے کا ایک بہترین موقع ہے۔

ہر شخص آسانی سے دیکھ لے سکتا ہے کہ اس نے گذشتہ رمضان سے اس رمضان تک کیسی زندگی گذاردی ہے، اور اس نے دینی حیثیت سے کہاں تک ترقی کی ہے۔

۷۔ رمضان ہر سال ہر شخص کو اپنی سطح سے ترقی دینے کے لئے آتا ہے جو شخص جس سطح تک پہنچ گیا ہے، خواہ وہ سطح کتنی ہی بلند کیوں نہ ہو، اس سے بلند کرنے کی طاقت اس میں موجود ہے، ہر شخص عمل، روحانیت، ذکر و عبادت، تعلق مالبعد اخلاص، جفاکشی و مجاہدہ، زہد و قناعت، ایثار، غمخواری اور مواساۃ کی جس منزل اور مقام پر بھی ہے، ہر نیا رمضان اس کو اس سے آگے بڑھانے کے لئے اور زیادہ بلند منزل کا شوق دلانے کے لئے آتا ہے۔ رمضان کی ساخت، رمضان کا نظام، رمضان کے اجزاء، رمضان کے مشاغل اور رمضان کا ماحول ایسا بنایا گیا ہے کہ ہر شخص کو اپنے کو ترقی دینے کا موقع حاصل ہوتا ہے۔ مادی مواقع تقریباً دور ہو جاتے ہیں۔ ذکر و عبادت میں جذبہ مسابقت پیدا ہوتا ہے۔ اچھے دینداروں اور روزہ داروں کا ساتھ ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت اور مطالعہ کا زیادہ سے زیادہ موقع ملتا ہے۔ قلب و روح میں لطافت پیدا ہوتی ہے۔ غرض وہ سارے مواقع بہم پہنچ جاتے ہیں جو انسان کی روحانی ترقی اور اصلاح کے لئے ضروری اور مفید ہیں۔ اور ہر شخص کو اپنی سطح کے مطابق ترقی ہوتی ہے۔

۸۔ رمضان کے روزہ کی ایک دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ اطاعت الٰہی کا ایک کھلا ہوا مظہر ہے اس سے بڑھ کر اطاعت کا ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ نعمتوں کی موجودگی میں اور ہر چیز کے استعمال کی قدرت کے باوجود محض امتثال حکم کے لئے آدمی اپنے ہونٹوں پر قفل لگا لیتا ہے۔ یہ قفل اللہ کے حکم ہی سے کھلتا ہے اور اللہ کے حکم سے لگتا ہے۔ جب نہ کھانے کا حکم ہو اس وقت کھانا گناہ اور جب کھانے کا حکم ہو جائے تو اس وقت تعمیل ارشاد میں دیر کرنا غلطی ہے۔ اسی لئے آفتاب کے غروب ہو جانے کے بعد افطار میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

۹۔ روزہ میں جب وہ چیزیں بھی ممنوع ہو جاتی ہیں جو روزہ کے علاوہ ہمیشہ سے حلال و طیب ہیں، اور روزے کے بعد ہمیشہ حلال و طیب رہیں گی تو وہ چیزیں کیسے ممنوع نہ ہوں گی جو روزہ سے پہلے بھی حرام اور ممنوع تھیں اور روزہ کے بعد بھی حرام اور ممنوع ہوں گی۔ یعنی غیبت، لڑائی جھگڑا، گالی گلوچ، بے حیائی، جھوٹ، روزہ کی روح یہ ہے کہ تمام گناہوں سے اجتناب اور نفرت پیدا

رہا اور تقویٰ نہ پیدا ہوا تو ایک بے روح روزہ ہے جو صرف ڈھانچہ ہے۔ اس میں روح ہو اور روزہ کے درمیان میں ان سے مکمل اجتناب ہو۔ اگر صرف نہ کھانے پینے سے روزہ
نہیں، اسی لیے حدیث میں فرمایا گیا ہے:۔ من لم یدع قول الزور والعمل بہ
فلیس للہ حاجۃ ان یدع طعامہ وشرابہ۔

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

ملکیت و دیگر تفصیلات کے متعلق وزارت اطلاعات و نشریات کا مطلوبہ بیان

FORM IV

SEE RULE _____ 8

(۱) مقام اشاعت .... لکھنؤ

(۲) وقفۂ اشاعت .... ماہانہ

(۳) پرنٹر، پبلشر، ایڈیٹر .... محمد حمزہ حسنی

(۴) قومیت .... ہندستانی

(۵) پتہ .... ۳، گوئن روڈ، لکھنؤ

(۶) ملکیت .... مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن، لکھنؤ

میں محمد حمزہ حسنی بذریعہ تحریر اعلان کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیلات میرے علم و اعتماد کی حد تک صحیح ہیں۔

دستخط پبلشر _____ محمد حمزہ حسنی

مولانا محمد حمزہ حسنی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے نامی پریس میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ رضوان، ۳ گوئن روڈ سے شائع کیا

مولانا محمد ثانی حسنی رح

ماہِ شعبان اور آتش بازی

سیرت طیبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے حضور پرنور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ مبارک میں اکثر روزے رکھا کرتے تھے اور عبادت میں راتیں بسر کرتے تھے خصوصاً آخری دنوں میں عبادت زیادہ ہو جاتی تھی۔ اور رمضان مبارک کے استقبال کی تیاری فرماتے، صحابۂ کرام کو جمع فرما کر آنے والے مہمان کی فضیلت و برکت پر تقریر فرماتے اور اس کی قدر کرنے کا حکم فرماتے۔ شعبان کا مہینہ دور مبارک میں خالص عبادت کا مہینہ سمجھا جاتا تھا۔ صحابۂ کرام اس ماہ شعبان کا اس طرح استقبال نہیں کیا کرتے تھے۔ جس طرح آج مسلمان کیا کرتے ہیں۔ آج تو یہ مہینہ بجائے عبادت کے رسم و رواج کا مہینہ بن گیا ہے۔ اور مسلمانوں میں شریعت کی دوری کی وجہ سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور احکام سے لاعلمی کی وجہ سے بہت سے رسوم اور غلط باتیں پھیل گئی ہیں، وہ بدعتوں کے شکار ہو گئے ہیں۔ ہندستان میں مختلف صوبوں اور خطوں کے مسلمانوں میں مختلف رسمیں پائی جاتی ہیں جو درحقیقت اسلام کی تعلیم اور سنت کے طریقے سے بالکل جدا ہیں۔

سب سے بڑی خرابی کی بات جو مسلمانوں میں پیدا ہو گئی ہے وہ آتشبازی کی لعنت ہے اس ماہ مبارک کے آتے ہی ہر طرف پٹاخوں، انار دانوں، پھلجھڑیوں اور آگ کے کھیلوں سے خوشی منائی جانے لگتی ہے۔ ان کھیلوں میں بہت سی خرابیاں ہیں۔

مال کا ضائع ہونا ہے۔ مال خدا کی بڑی نعمت ہے اور بڑی جد وجہد سے حاصل ہوتا ہے اس کو اس طرح ضائع کردینا کہ ایک منٹ میں دھواں ہو کر اڑ جائے اور ذرا سی دیر کی مسرت کے لئے آنا فاناً ہزاروں روپیہ پھونک دینا کتنی بے عقلی کی بات ہے۔

آگ سے حادثات کتنے ہوجاتے ہیں، کتنے جل جاتے ہیں، گھروں میں آگ لگ جاتی ہے۔ مال کا مال ضائع ہو، جسم الگ جھلسے، گھر الگ جلے، فائدہ کے بجائے نقصان ہی نقصان۔

اس مہینہ میں خدا کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ فرشتوں کی آمد آمد ہوتی ہے۔ خدا کی رحمت کا استقبال آگ اور چنگاریوں سے کیا جائے، آسمان سے تو رحمتیں آرہی ہیں اور فرشتے اتر رہے ہیں اور خدا کے بندے آسمان کی جانب انگارے پھینک کر ان کا استقبال کرتے ہیں کیا یہ بات عقل اور محبت وادب کے خلاف نہیں ہے۔

آج جب کہ مسلمان ہر طرح سے پریشان ہیں۔ غربت وافلاس اپنی حد کو پہنچ چکے ہیں، کتنے گھر ہیں جہاں چراغ تک نہیں جلتے، بچے اندھیرے میں رات گذار دیتے ہیں، کہیں کہیں کئی دن چولھے نہیں جلتے اور معصوم بچے تڑپ تڑپ کر دن گذار دیتے ہیں، چہرے اترے ہوئے بدن کپڑوں سے آزاد اور سردیوں سے ٹھٹھرے ہوئے غرض کہ ہر طرح کی پریشانی ہے، تعلیم کا انتظام نہیں ہے، علاج کا سامان نہیں، بھوک کا مداوا نہیں مگر آتشبازی ہے کہ وہ پورے آب وتاب سے جاری ہے اور چند گھنٹوں میں لاکھوں کروڑوں روپیہ پھونک دیا جاتا ہے، یہ بھی ایک بڑے ادبار کی علامت ہے اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو سمجھ دے اور اپنے بھائیوں کے دکھ درد کی فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور سب سے بڑی اذیت کی بات تو یہ ہے کہ اگر کوئی اپنے گھر میں آتشبازی چھوڑے تو تو اتنا ہی ہوتا ہے کہ اس کا مال ضائع ہوا، اس سے بڑھ چلے، گھر پھونکا، یہ بھی اپنی جگہ ہولناک بات ہے مگر اس سے بڑھ کر اذیت کی بات اس وقت ہوجاتی ہے کہ عین سڑک اور گلیوں اور راستوں پر آتشبازی چھڑائی جاتی ہے، سائیکل سوار آجا رہے ہیں، پیدل مرد وعورت اور بچے چل پھر رہے ہیں اور یہ آگ کے پٹاخے راہگیروں پر چھوڑ دیتے ہیں، کوئی سہم جائے

گر جائے، کپڑوں میں آگ لگ جائے تو بجائے شرمندگی کے ہنسی مذاق میں ٹال دیتے ہیں، کیا یہ بری حرکت نہیں ہے اور اگر یہ حرکتیں بڑے نہیں کرتے اور چھوٹے کرتے ہیں تو کیا بڑے اس کے ذمہ دار نہیں کہ وہ چھوٹوں کو ان بری باتوں سے روکیں جن سے نقصان تو الگ ہوتا ہے، لڑائی اور جھگڑے بھی بڑھتے ہیں اور دنگا فساد بھی ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں۔ اور سودا اتنا مہنگا پڑ جاتا ہے کہ پھر کچھ بنائے نہیں بنتی۔

ہوش میں آنا چاہئے اور برے بھلے کی تمیز کرنی چاہئے۔ یہ مہینہ شعبان کا ہے۔ آپ اپنے بچوں کو اس نام سے پیسے نہ دیں۔ ان کو آتش بازی کی لعنت سے منع کریں، ذرا سی تساہلی بڑے نقصان کا سبب بن جاتی ہے۔

آگ کا کھیل — کوئی تماشہ نہیں عذاب ہے خدا ورسول کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اور عقل کے بالکل خلاف ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو آگ اور اس کے عذاب سے محفوظ رکھے اور صحیح راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آتشبازی کے علاوہ چند باتوں کو اور سن لیجئے، حلوا اور میٹھی چیزیں پکانے کو ضرور سمجھنا، وقت اور دن کی قید کرنا، برتن بدلنا، اس دن نمک مرچ نہ پینا، قبرستان میں میلہ لگانا اور قبروں پر چراغاں کرنا، یہ سب باتیں خلاف شریعت ہیں۔ یہ ساری ایجادیں ان لوگوں نے کی ہیں جن کو کھانے اور کمانے کی فکر تھی اگر یہ صحیح ہوتا تو صحابہ کرامؓ جو سچے عاشق رسولؐ تھے اور بزرگانِ دین جو سچے پیر ورسول تھے اور دین پر پورے کے پورے چلنے والے تھے ان اعمال کو کرتے، مگر کسی نے نہ کیا اور نہ اس کے کرنے کا حکم دیا۔ وہ بھی قبروں کی زیارت کرتے تھے مگر مسنون طریقہ سے کرتے تھے اور موت کو یاد کرتے تھے۔ عورتوں کا قبرستان جانا حدیث شریف سے منع آیا ہے۔

خریداری نمبر کے ساتھ [illegible] جوابی خطوط ارسال کریں۔
یا جس نام سے آپکا محبوب رسالہ جاری ہے اس نام ومقام کے حوالہ کے ساتھ رابطہ قائم کریں۔ غیر موصولہ شماروں کیلئے آپ ہم سے رابطہ قائم کریں۔ — مینیجر

قصیدہ در مدح

ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

طفیل احمد مدنی

سامنے جب سے کسی کا چہرۂ انور نہیں
ہم کو حاصل وجہ تسکین دل مضطر نہیں

جانے کیوں آئی نہیں مدت سے دل کو یاد دوست
اس لیے ماحول میں خوشبوئے جاں پرور نہیں

ہر طرف ظلمت ہی ظلمت ہے فضائے دہر میں
آسمان رشد پہ مہر و مہ و اختر نہیں

ہو رہا ہے منتشر شیرازۂ دین مبیں
اہل دل حیراں ہیں کوئی ہادی و رہبر نہیں

ارتداد و رفض و بدعت کا ہے ہر جانب ہجوم
اور مقابل میں کسی صدیقؓ کا لشکر نہیں

مٹ رہے ہیں ذہن امت سے عزیمت کے نقوش
اس لیے کہ قوم کو حال سلف ازبر نہیں

انتہا یہ کہ نہیں ہے یاد وہ بطل جلیل
انبیاء کے بعد جس سے کوئی بھی برتر نہیں

یعنی وہ صدیقؓ وہ امت کا پہلا سنگ میل
شاہراہ دیں پہ جس کا ثانی و ہمسر نہیں

دل کا تو میرے یہ عالم ہے بہ توفیق خدا
جس سے ارفع اور اعلیٰ دوسرے کا در نہیں

الفت صدیق اکبرؓ کی شراب خوشگوار
پی رہا ہے مستقل گو ہاتھ میں ساغر نہیں

اس لیے مجھ کو ہے ضد ہو ذکر اس کا برملا
اور اگر ممکن نہ ہو تو پھر یہ میرا سر نہیں

مدحت صدیقؓ میں ہوتا نہ کیوں سرگرم کار
کیا مری دستار میں جبریل کا شہپر نہیں

اے قلم میرے قلم کر چل ذرا تو بھی رقم
منقبت اس شخص کی جس کا کوئی ہمسر نہیں

عظمت صدیقؓ کا منکر تو ہوگا بس وہی
جس کو تھوڑا سا بھی خوف داور محشر نہیں

مصطفےٰ سے جیسے افضل کوئی پیغمبر نہیں
اہل امت میں کوئی بو بکرؓ سے برتر نہیں

یوں تو صدیقین میں بدری صحابہؓ ہیں سبھی
ماسوا بو بکرؓ لیکن کوئی بھی اکبر نہیں

آیت قرآن اولوا الفضل منکم ہے گواہ
فضل میں صدیق اکبرؓ سے کوئی بڑھ کر نہیں

منتخب کرکے نبی نے اپنی ہجرت کا رفیق
کہہ دیا گویا کوئی صدیقؓ سے بہتر نہیں

کس نے سمجھا تھا بجز اس کے نبوت کا مزاج
گلشن اسلام میں اس جیسا دیدہ ور نہیں

یہ حقیقت ہے کہ عشاق رسولؐ اللہ میں
عظمت و کردار کا ایسا حسیں پیکر نہیں

مرتدوں کو ختم کرنا بس اسی کا کام تھا
کارنامہ دین میں اس سے کوئی بڑھ کر نہیں

راہ حق میں دینے والے تو بہت ہیں نصف و ربع
اپنا سب کچھ دے دے جو اس سے کوئی بہتر نہیں

دے دیا صدیقؓ نے لاکر سبھی کچھ کہہ کے یہ
مجھ کو کافی ہیں نبیؐ کچھ حاجت دیگر نہیں

تھا وہی تو غار میں جب کہہ رہے تھے یہ نبیؐ
رب ہمارے ساتھ ہے صدیق کوئی ڈر نہیں

بعد مرنے کے بھی پائی اس رفیق غار نے
وہ جگہ جس سے میاں کوئی جگہ بہتر نہیں

سو رہا ہے آج بھی وہ زیر پائے مصطفےٰؐ
دیکھ لو جاکر مدینے میں اگر باور نہیں

ہیں بناتا دوست اپنا تو فقط بو بکرؓ کو
کیا یہ فرمان نبیؐ سب کی زبانوں پر نہیں

بالیقیں جھوٹا ہے اس کا دعویٰ عشق رسولؐ
جس کے دل میں الفت صدیق بھی مضمر نہیں

جانشینان نبیؐ صدیقؓ و فاروقؓ و غنیؓ
اور پھر بعد ان کے کوئی ہمسر حیدرؓ نہیں

ہے یہی ہم اہل حق کا مسلک واضح طفیلؔ
اہل امت میں کوئی ان چار سے بڑھ کر نہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی
حیاتِ طیبہ ایک نظر میں

محمود الحسن رکن الدین۔ نصرت منزل بھٹکل

- رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ (پیر) بوقت صبح صادق مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔
- چالیس سال کی عمر میں ۱۷ رمضان المبارک مطابق یکم فروری سنہ ۶۱۰ء کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت و نبوت ظاہر ہوئی۔
- آپ نے تیرہ سال مکہ معظمہ میں تبلیغ فرمائی اور تمام دنیا کو نیکی اور توحید کا پیغام دیا۔
- ظلم و ستم کی شدت پر سنہ ۵ نبوی میں انفرادی ہجرت کا حکم ہوا، اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پندرہ رفقاء حبشہ میں مقیم ہوئے
- سنہ ۱۲ نبوی میں طائف کا تبلیغی سفر فرمایا اور اسی سال ماہِ رجب دوشنبہ ۲۷ ویں شب کو معراج ہوئی
- سنہ ۱۳ نبوی، ۲۷ صفر جمعہ کو مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی۔
- ۱۴ دن قبا میں قیام فرما کر دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول کو نور افزائے مدینہ منورہ ہوئے۔
- سنہ ۱ھ میں مسجد نبوی کی بنیاد رکھی، پانچ وقت کی نمازیں معراج میں فرض ہو چکی تھیں۔
- سنہ ۲ھ میں اذان کا حکم ہوا، روزے فرض ہوئے۔ غزوۂ بدر پیش آیا جس میں حق کو فیصلہ کن کامیابی نصیب ہوئی۔
- سنہ ۳ھ میں زکوٰۃ فرض ہوئی۔ شراب حرام ہوئی، غزوۂ احد پیش آیا۔

- سنہ ۵ھ میں پردہ کا حکم آیا۔ غزوۂ خندق پیش آیا۔
- سنہ ۶ھ میں قریش کے ساتھ حدیبیہ کا معاہدہ ہوا
- سنہ ۷ھ میں سلاطین عالم کو خطوط کے ذریعہ دعوت اسلام دی۔
- سنہ ۸ھ میں مکہ فتح ہوا۔ غزوہ حنین و طائف پیش آئے
- سنہ ۹ھ میں تبوک کے لئے روانہ ہوگئے مگر رومی شہنشاہیت کو مقابلے کی ہمت نہ ہوئی۔ حج فرض ہوا۔
- سنہ ۱۰ھ میں ایک لاکھ چوبیس ہزار فرزندانِ اسلام نے حجۃ الوداع ادا فرمایا۔
- سنہ ۱۱ھ ۲۸ صفر بدھ کے دن راستے میں دردِ سر سے مرض وفات کا آغاز ہوا۔
- ۶۳ سال کی عمر میں ۱۲ ربیع الاول پیر کو سنہ ۱۱ھ، تیسرے پہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم رفیق اعلیٰ سے جاملے۔
- ۱۳ ربیع الاول کو رات کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرہ میں تدفین عمل میں آئی
- اس طرح آپ نے عالم میں ولادت سے لیکر وصال تک ۲۲۳۳۰ دن قیام فرمایا۔

- اپنے پڑوسی سے تم اسی طرح پیار کرو جس طرح تم اپنی ذات سے پیار کرتے ہو۔
- خیرات کر کے احسان نہ جتاؤ۔
- اللہ کسی فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔
- برائی کو بھلائی سے رفع کیا کرو۔
- شریفانہ انداز میں گفتگو کرو، ہمیشہ سیدھی اور صاف بات کرو۔
- انسان جو نیک کام کرتا ہے وہ اپنے لئے ہی کرتا ہے۔ اللہ کی ذات اس سے بے نیاز ہے
- والدین رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔
- دنیا کی ساری نعمتیں کام لاؤ لیکن بے اعتدالی سے بچو۔

*****

ہندوستان میں مسلمانوں کے قدم

عبد اللہ شکری بھٹکل جامعہ اسلامیہ

ہندوستان اپنے گوناگوں اوصاف وخصوصیات کے اعتبار سے ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ دنیا کے نقشے میں قدیم زمانے سے اس کو تجارتی منڈی کی حیثیت سے شہرت حاصل رہی، عربوں کی آمدورفت اس ملک میں پہلے ہی سے قائم تھی۔ ظہور اسلام کے بعد عرب تاجروں کے قافلے ہندستان کے سواحل پر بکثرت لنگرانداز ہوتے تھے۔ وہ ایک طرف تاجر تھے تو دوسری طرف سچے پکے راست بازی ودرست کاری میں ممتاز ایک مبلغ بھی تھے۔ کہا جاتا ہے حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول بھی اسی ہندستان کی سرزمین میں ہوا، چنانچہ میر غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ہیں "جب آدمؑ سب سے پہلے ہندستان آئے اور یہاں وحی آئی تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہی وہ ملک ہے جہاں خدا کی پہلی وحی نازل ہوئی"۔ وہ آگے منطقی طور پر یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتدائی ظہور بھی اسی سرزمین میں ہوا۔ لکھتے ہیں "چونکہ نور محمدی آدم کی پیشانی میں امانت تھا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتدائی ظہور اسی سرزمین میں ہوا۔ اسی لیے آپ نے فرمایا کہ مجھے ہندستان سے ایمان کی خوشبو آتی ہے"۔

اس ملک میں عرب اسلام سے پہلے ہر قسم کے دنیاوی ومادی مفاد ومنفعت کی خاطر اور اپنی اغراض وخواہشات کی تکمیل کے لیے آئے تھے لیکن جب اسلام کی بنیاد پڑی تو ان کا مقصد دعوت اسلامیہ کی نشر واشاعت ہو گیا۔ مسلمان عرب مادی منفعت سے بے نیاز ہو کر خالص دینی جذبات سے سرشار اسلام کی روشنی کو اطراف عالم میں پھیلانے لگے وہ دنیا کو عدل وانصاف کا پیغام اور محبت واخوت کا درس دینا چاہتے تھے، انہی جذبوں کے ساتھ وہ اس ملک میں بھی داخل ہوئے چنانچہ مولانا سید ابوظفر صاحب ندوی لکھتے ہیں "حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شام ومصر اور ایران کا بڑا حصہ فتح ہوا، ۱۵ھ میں حکم ثقفی نے عمان اور بحرین کے گورنر عثمان کے اشارہ سے تھانہ (علاقہ بمبئی) پر حملہ کیا، کچھ دنوں بعد بھروچ پر چڑھائی کی، اسی زمانے میں حضرت مغیرہ نے دیبل پر حملہ کیا، تیسرے خلیفہ حضرت عثمان کے زمانے میں حکیم ابن جبلہ سرکاری طور پر ہندستان کے متعلق تحقیقات کر کے واپس گئے۔ ۳۹ھ میں چوتھے خلیفہ حضرت علی کے حکم سے حارث عبدی آئے اور سرحد کا انتظام کرتے رہے، ۴۴ھ میں امیر معاویہؓ نے مہلب کو بھیجا۔

آگے لکھتے ہیں "۸۶ھ میں جب ولید بن عبد الملک اموی بادشاہ ہوا تو اس وقت حجاج بن یوسف ثقفی عراق کا حاکم تھا جس کے ماتحت بلوچستان، مکران اور سندھ کے سرحدی علاقے بھی تھے چونکہ اسلامی حکومت اس وقت ایشیا، یوروپ اور افریقہ میں پھیلی ہوئی تھی اس لیے دربار خلافت میں ہر ملک کے بادشاہ ہدیہ کے ساتھ اپنے سفیر بھیجتے تھے، لنکا کا راجہ بھی بارگاہ خلافت میں ہدیہ کے ساتھ اپنا سفیر بھیج کر اس سے سیاسی یا اخلاقی تعلق بڑھانا چاہتا تھا چنانچہ اتفاقی طور پر اس کو اس کا موقع مل گیا یعنی لنکا میں جو عرب تاجر رہتے تھے ان کے مرجانے پر راجہ نے ان کی عورتوں کو اپنے تحفوں کے ساتھ حجاج بن یوسف کے واسطہ سے خلیفہ کے پاس روانہ کیا جن جہازوں پر یہ قافلہ جارہا تھا ان کو سندھیوں نے دیبل کے پاس لوٹ لیا، جب اس کی خبر حجاج کو ملی تو اس نے سندھ کے راجہ داہر کو اس کی طرف توجہ دلائی اور شریف عرب خاتونوں کی واپسی کا مطالبہ کیا، راجہ داہر نے جواب دیا کہ "یہ کام بحری لٹیروں کا ہے اور وہ میرے قابو سے باہر ہیں"، حجاج نے سرحد کے افسر

عبداللہ اور بعد میں بدیل بجلی کو بھیجا لیکن یکے بعد دیگرے دونوں انتقال کر گئے۔ اس کے بعد حجاج نے محمد بن قاسم ثقفی کو پوری تیاری کے ساتھ دیبل روانہ کیا، محمد بن قاسم نے منجنیق کے ذریعہ سے دیبل کا قلعہ فتح کیا، آہستہ آہستہ نیرون کو فتح کر کے سندھ پر قبضہ جمالیا۔ محمد بن قاسم کی آمد کے بعد سے مسلمانوں کے قدم یہاں جمنے لگے۔

سندھ کی فتح اور محمد بن قاسم کے دخول ہند کے بعد مسلمانوں کے اخلاق فاضلانہ نے ہندستانیوں کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا، وہ ان کی ایمانی و دینی زندگی دیکھ کر اور ایمان و یقین کی کشش اور اخلاق و کردار کی قوت سے متاثر ہو کر پروانہ وار ان پر فدا ہوئے اور اپنے آپ کو اس رنگ میں ڈھالنے کے لیے اسلام کی آغوش میں کشاں کشاں آنے لگے، اس کے علاوہ اندرونی سطح پر مسلمانوں نے تبلیغ اسلام سے پہلوتہی نہیں کی جس کے نتیجے میں لاکھوں افراد اسلام کے نام لیوا بن گئے، یہ طبقہ ان سچے پکے، اخلاق و کردار کے دھنی مسلمانوں کا تھا جنھوں نے اپنے اخلاق سے دوسروں کو متاثر کیا اور اپنے مذہب کی سچائی اور اس کی افادیت ثابت کر دی یہاں تک کہ وہ حظیرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔

اس موقع پر مختصر تاریخ ہند کے مصنف لکھتے ہیں: "۲۰۰ھ کے بعد حضرت آدم کے نقش قدم کی زیارت کرنے والوں کا ایک جہاز لنکا جا رہا تھا کہ طوفان کے سبب سے مالابار کے ساحل پر آلگا۔ مسلمان شہر اتر کر شہر کرنکلور پہونچے جہاں کے راجہ کا لقب سامری اور نام چیرامن پیردیل تھا، راجہ مسلمان صوفیوں کے ایک گروہ سے ملا اور ان کی صحبت سے مسلمان ہو گیا اسی زمانے سے مالابار میں مسلمان آباد ہونے لگے اور آہستہ آہستہ تمام دکن کے ساحلی علاقوں میں پھیل گئے۔

• یہاں کے ہندوؤں پر عام طور سے مسلمانوں کی تہذیب اور ان کے اخلاق کا گہرا اثر پڑا لہٰذا ڈاکٹر کے ایم پانیکر لکھتے ہیں "یہ بات واضح رہے کہ اس عہد میں ہندو مذہب پر اسلام کا گہرا اثر پڑا، ہندوؤں میں خدا پرستی کا تصور اسلام ہی کی بدولت پیدا ہوا۔"

بقیہ جو لوگ مسلمان نہیں ہوئے ان پر بھی مسلمانوں کی تہذیب نے گہرا اثر ڈالا۔ جواہر لال نہرو لکھتے ہیں "شمال مغرب سے آنے والے حملہ آوروں اور اسلام کی آمد ہندستان کی تاریخ

میں کافی اہمیت رکھتی ہے اس نے ان خرابیوں کو جو ہندو سماج میں پیدا ہو گئی تھیں یعنی ذاتوں کی تفریق، چھوت چھات اور انتہا درجہ کی خلوت پسندی کو بالکل آشکار کر دیا۔ اسلام کے اخوت کے نظریہ اور مسلمانوں کی عملی مساوات نے ہندوؤں کے ذہن پر گہرا اثر ڈالا خصوصًا وہ لوگ جو ہندو سماج میں برابری کے حقوق سے محروم تھے اس سے بہت متاثر ہوئے۔"

اس کے علاوہ ہندستان پر مسلمانوں کا بڑا کرم یہ رہا کہ انھوں نے ستی جیسی مہیب رسم کی جڑ کاٹ دی جس کی وجہ سے ہندو عورتیں بہت متاثر ہوئیں اور ان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ خدا کی دھرتی میں ان کی زندگی چھینی نہیں جا سکتی انھیں جینے کا بھرپور حق حاصل ہے۔ مشہور سیاح ڈاکٹر برنیر لکھتا ہے "آج کل ستی کی تعداد کم ہو گئی ہے کیونکہ مسلمان جو اس ملک کے فرمانروا ہیں۔ اس وحشیانہ رسم کو نیست و نابود کرنے میں حتی المقدور سعی کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج ہندستان سے ستی جیسی خطرناک اور وحشی رسم ناپید ہو گئی ہے۔"

قاضی اطہر مبارکپوری تحریر فرماتے ہیں "مسلمانوں نے جس ملک میں قدم رکھا اسے اپنا وطن سمجھا وہاں بود و باش اختیار کر کے امن و امان کی زندگی بسر کی اور اپنے پاکیزہ کردار اور اسلامی اخلاق سے مقامی باشندوں کو موہ لیا۔ جس ملک کو فتح کیا اسے دارالاسلام بنایا یہی وجہ ہے کہ ان کے اخلاق کریمانہ و فاضلانہ سے متاثر ہو کر ہندستانی فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔

مسلمانوں نے اس ملک کو علم و دین کا گہوارہ بنا دیا۔ علما و صوفیا دنیا کے گوشوں سے سمٹ کر آنے لگے۔ ہزاروں اہل دین اور اہل اللہ جمع ہو گئے، بعض بلند ہمت، حوصلہ مند اہل اللہ سے کشف کی بنیاد پر تبلیغ و دعوت میں لگ گئے۔ انھوں نے جہاد و دعوت میں اپنی سرگرمی دکھائی۔ ان کے اخلاق و کردار کی وجہ سے اسلام بڑی تیزی کے ساتھ اس ملک میں پھیل گیا۔ اس سلسلہ میں خواجہ معین الدین چشتی کی ذات قابل ذکر ہے جو خراسان سے اجمیر آکر اسلام کی اشاعت و ترویج کا اہم کام انجام دیا۔ آپ کی ذات سرچشمۂ ہدایت تھی، لاکھوں تشنگان معرفت نے آپ سے فیض اٹھایا اور ہدایت کے متلاشی پروانہ وار آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے، کہا جاتا ہے کہ آپ کے دست حق پرست پر نوے لاکھ افراد نے اسلام قبول کیا۔ اسی طرح اور بھی بزرگان خدا نے اسلام کے فروغ میں زبردست خدمت انجام دی۔ خواجہ بختیار کاکی، حضرت نظام الدین اولیا، اور دوسرے بزرگان دین اسی

سلسلۃ الذہب کی اہم کڑیاں ہیں۔

اس دوران اسلام کا دائرہ وسیع ہوتا رہا، سمٹتا رہا اور اس مدت میں اسلام کئی مرتبہ نشیب و فراز سے گزرا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اکبر کا دور آیا اس زمانہ کی منظر کشی کرتے ہوئے سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔ "اکبر کے زمانے میں اسلام کا چراغ گل ہو رہا تھا لیکن ایک فاروقی مجدد فاروقی شان سے ظاہر ہوا، وہ احمد سرہندی تھے جہاں گیر کے طوق و سلاسل نے بڑھ کر ان کے قدم لیے اور وہ شاہی قیدی کی حیثیت میں اسیر زنداں ہوئے۔ اس یوسفِ زندانی نے بھی یوسف کنعانی کی طرح ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ کا نعرہ لگایا۔ اس نعرہ نے سوتوں کو جگا دیا مسافر اسلام کی بانگ درا کی دھیمی آواز پھر سنائی دینے لگی اور اسلام کا چراغ پھر آفتاب نبوت سے روشن ہوا۔

عالمگیرؒ کے معاصر شاہ عبدالرحیم دہلوی نے اسلام کو روشن رکھنے کی بڑی کوششیں کیں، انہی کے صاحبزادے شاہ ولی اللہ دہلوی ہوئے جن کو ملت اسلامیہ نے حکیم الامت کا خطاب دیا۔ یہ اس دور کے دوسرے مجدد تھے جنھوں نے بجھتے ہوئے چراغ کی لَو کو بڑھا دیا، اسلام اور مسلمانوں کو ایک نئی زندگی ملی۔ آپ نے قرآن کا ترجمہ پہلی مرتبہ فارسی میں کر کے ایک عظیم کارنامہ انجام دیا۔ آپ کے فرزند عبدالحق محدث دہلوی وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے ہندستان کے اندر حدیث کو عام کیا۔

تیرہویں صدی ہجری میں ہندستان میں مسلمانوں کی مذہبی اخلاقی اور سیاسی حالات اس قدر بگڑ گئے تھے کہ اگر شرک و بت پرستی دنیا میں کوئی چیز ہے تو وہ صاف صاف مسلمانوں میں کثرت سے موجود تھی۔ قبروں اور مردوں کے متعلق ایک مستقل شریعت بن گئی تھی، ایک طرف ان میں مشرکانہ رسوم اور بدعات کا زور تھا تو دوسری طرف ہندستان میں مسلمانوں میں سیاسی طاقت فنا ہو رہی تھی اگر اس کا تدارک سید احمد شہید اور مولانا اسماعیل شہید نہیں کرتے تو لوگ شاید صحیح اسلام کے اصول سے بہت ہی کم واقف ہوتے۔ انہی کی مجاہدانہ کوششوں نے تجدید دین کی نئی تحریک شروع کی اور اب ہندستان میں موجودہ اسلامی زندگی مذہبی اصلاح مسلمانوں کی سیاسی بیداری اور ملک میں مسلمانوں کے وجود کی اہمیت اور ان کا سیاسی وزن بڑی حد تک ان کے طویل جہاد کا رہین منت ہے۔ تیرہویں صدی ہجری کے آخر میں اسلام پھر غوطہ کھا رہا تھا کہ ہندستان کے دینی مراکز دیوبند اور ندوہ وغیرہ نے بڑھ کر اس کی کمر پکڑ لی۔ انھوں نے

اسلام کی نشر و اشاعت میں بڑی سرگرمی دکھائی۔

مسلمانوں نے یہاں آکر یہاں کے باشندوں کو کیا نوازا تھا اس کے متعلق مولانا احمد صاحب ایم اے تحریر فرماتے ہیں "سب سے پہلی چیز قرآن تھی جسے وہ یہاں لے آئے اس کے ساتھ عربی زبان بھی آئی جس میں بہت سی فلسفیانہ اور علمی کتابیں ہیں، اس قرآن کی لچک نے ہندوؤں کو اس کی طرف متوجہ کیا اور وہ قرآن کو عملی نمونہ میں دیکھ کر تائب ہوئے اور اسلام میں جوق در جوق داخل ہونے لگے دوسری چیز یہ تھی کہ مسلمانوں نے ہندستان کو زندگی بخشی جس کی وجہ سے ان کے اندر اسلامی ذوق پیدا ہوا تیسری چیز وحدت اور مساوات ہے۔ وہ یہاں وحدت کا تصور اور امید لے کر آئے یعنی خدا کی وحدت اور انسان کی وحدت، چوتھی چیز فارسی زبان کا گراں قدر عطیہ تھا، پانچویں چیز یہ تھی کہ مسلمان غازیوں نے ملک کی دفاعی قوت کو از سر نو منظم کیا اور اس کے فوجی اقتدار کو بحال کیا، چھٹا انعام رفاہی کام تھے، ساتویں چیز تاریخ تھی جس نے مسلمانوں کی آمد کے سماں کو پرکشش بنا دیا۔ یہ ہیں وہ اوصاف و خصوصیات جس نے ہندستان میں اسلام کے فروغ میں کلیدی رول ادا کیا اور اسلام کا کارواں بڑھتا رہا اور لوگ جوق در جوق اس میں شامل ہوتے گئے، جن کی تعداد اب کروڑوں تک پہونچی ہوئی ہے، اللہ ان کے وجود کو دوام بخشے۔

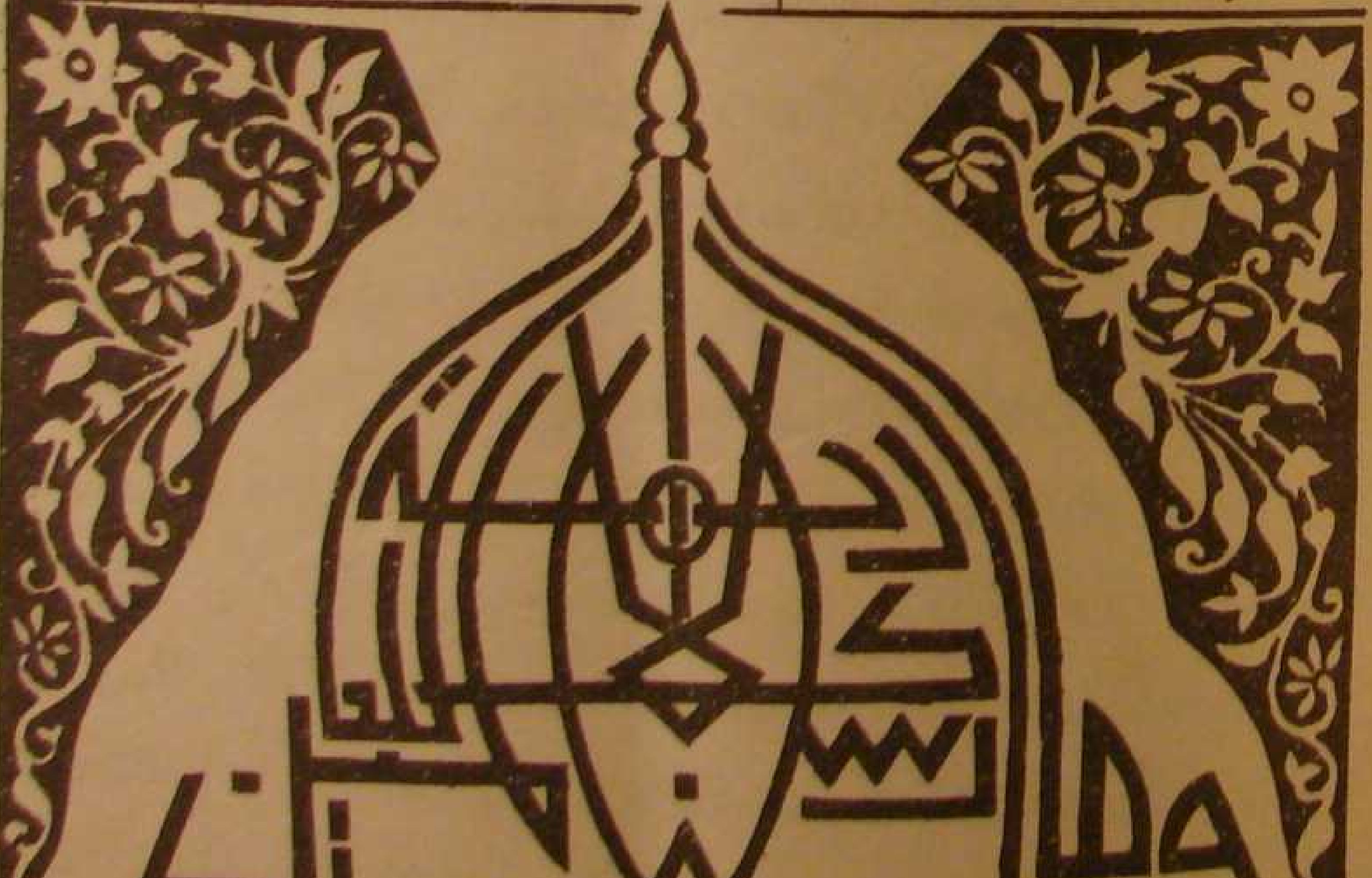

محمد ثناء اللہ (ندوۃ العلماء لکھنؤ)

اسلامی فکر و نظر کے ترکیبی عناصر

اسلامی نظام حیات دراصل خدا اور خودی کی معرفت اور اس کے تقاضوں کو بلا افراط و تفریط پورا کرنے کا نام ہے، خدا اور خودی کا عرفان ہی راز حیات اور اس کی عملی ترجمانی ہی اسلامی ثقافت ہے، مومن کا حریم وجود اس کی اپنی خودی سے روشن ہوتا ہے، ڈاکٹر اقبال کی زبانی ؎

ترى خودی سے ہے روشن ترا حریم وجود
حیات کیا ہے؟ اسی کا سرور و سوز و ثبات

گویا ؎ پیکر ہستی ز آثار خودی است * ہر چہ می بینی ز اسرار خودی است

اسی عرفان ذات و خالق ذات کے لیے انفس و آفاق اور کائناتی اذعانات و فطری نوامیس بزبان حال پکارتے ہیں اور قرآن حکیم اپنے اسلوب بیان، ایجاز و اعجاز اور دلائل کے ساتھ جو دل کے لیے تشفی بخش، عقل کے لیے بصیرت افروز اور وجدان کے لیے قابل قبول ہیں، نوع انسانی کے سامنے حقائق کو دانشگاف الفاظ میں بیان کرتا ہے، بہ الفاظ دیگر انفس و آفاق قرآن مبصور اور کلام پاک قرآن مسطور ہے جو راز حیات اور اس کے حقائق و دقائق کو بیان کرتے ہوئے انسانی قلب و ضمیر کو اپیل کرتے رہتے ہیں۔

حیات انسانی کے ارتقاء کا حاصل دراصل ثقافت ہے، یہی زندگی کی ہمہ جہتی، کامیابی، فنی بلاغ اور فکری بلوغ کا سرچشمہ ہوتی ہے لیکن چونکہ ثقافتی اقدار اس دنیا میں اضافی ہیں، اس لیے اسلامی ثقافت و فکر و نظر کے ترکیبی عناصر منزل من اللہ معاش و معاد اور دین و دنیا کے بحال و سلبی اقدار پر مشتمل ہیں، اسلامی ثقافت کی تاریخ اسی تجریدی فکر و نظر کا تمثیلی پیکر ہے۔

کسی بھی قوم کی فکری، ثقافتی، اخلاقیاتی و اجتماعی استواری کا راز فی الواقع خود شناسی اور خداشناسی کے جوہر میں مضمر ہوتا ہے، اگر کوئی قوم خود آگاہ و خدا آگاہ ہو اور ان کے معروضی و موضوعی تلازمات کے تقاضوں کو صحیح طور پر پورا کرلے تو پھر اس کے فکر و ثقافت کی گیرائی، صحت و امتیازیت دوسروں کے لیے ایک بصیرت افروز آئینہ بن جاتی ہے جس میں وہ اپنا عکس و نقش اور اپنی قامت و قیمت دونوں دیکھ سکتے ہیں۔ خدا فراموشی کے پیچھے خود فراموشی ہی کے عوامل کارفرما ہوتے رہیں۔

"انسانیت" کا تجزیہ بتاتا ہے کہ وہ مادہ اور روح کی مقصدی مطابقت اور حقیقت اور غور اور ان کے تحریکی عوامل کی ہم آہنگیوں نیز معروض و موضوع کا مجمع البحرین ہے اس کے بقاء و ارتقاء کے لیے معروض اور موضوع دونوں کے تقاضوں کو پورا کرنا ضروری ہے مسیحیت نے اس توازن کو کھوتے ہوئے معروض کے تقاضوں سے بے اعتنائی برتی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ زہد و انزواء کا آخری مدارج کو پہنچ کر رہبانیت کی صورت اختیار کرلی، پھر دنیا نے اس غیر فطری و غیر عقلی رجحان کے خلاف مکمل بغاوت و انقلاب کا نمونہ بھی آج کی مغربی دنیا کی شکل میں دیکھ لیا اس کے برخلاف یہودیت نیز آج کے مغربی عقلیت زدہ طبقہ دنیا پر ایسا فریفتہ و از خود رفتہ ہوا کہ موضوع کے لیے کوئی جگہ باقی نہیں رہی، اس افراط و تفریط کے بحر بیکراں میں اسلام ہی وہ جزیرہ ہے جہاں انسانیت راہبانہ نفس کشی اور مادیانہ برادر کشی سے محفوظ رہ سکتی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسانی وجود فقط گوشت پوست کے مجموعہ کا نام نہیں اور نہ ہی وہ محض چلنے پھرنے اور کھانے پینے والی مخلوق ہے بلکہ انسانی ہیکل کی رہنمائی کرنے والی فکر و روح ہی انسانی وجود کی اصل ہے۔ انسانیت کی قدر و معنویت کا دار و مدار اس پر ہے

اگر یہ جوہر مفقود ہو جائے تو پھر عند العقل حیوان ناطق اور حیوان ناحق میں فرق نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ فکر و روح عقل معاش اور عقل معاد ہی کی دوسری صورت ہے، گویا مرد مومن میں یہ دو عقلیں کارفرما ہوتی ہیں، اسلامی زندگی کی گاڑی ایک نہیں دو پٹڑیوں پر رواں دواں ہوتی ہے اسلامی فکر و نظر ایک نہیں دو عناصر کے معتدل و حسین امتزاج کا نام ہے، دوسرے الفاظ میں مرد مومن کی زندگی ان دونوں کا سنگم ہوتی ہے۔

"مرج البحرین یلتقیان، بینھما برزخ لا یبغیان"

قرآن کریم ایک ربانی آئینہ ہے جس میں مرد مومن اپنے وجود اور اس کی تخلیق فعلیتوں وعکس ونقش دیکھتا ہے، اس کی معاش معاد کی تمہید ہے، اس کی فکر معاش و فکر معاد میں کامل توافق و عینیت ہوتا ہے اور ایک دوسرے کی مرہون منت ہوتی ہے۔

قرآن حکیم میں انسانی وجود کی تصویر کے ان دونوں رخوں کی آرائش کے احکام درج ہیں، اس میں اگر "ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین" "سارعوا الیٰ مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا کعرض السموات والارض" "والآخرۃ خیر وابقیٰ" "وفی الآخرۃ حسنۃ" اور اس طرح کی دوسری آیتیں معاد کی تیاری کو ذہن نشین کرتی ہیں تو اسی طرح "ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ" "کلوا واشربوا ولا تسرفوا" "فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ" اور اس طرح کی دوسری آیتیں معاش کی اہمیت وضرورت کو دل نشین کرتی ہیں، اور الدنیا مزرعۃ الآخرۃ جیسے ہمہ گیر اصول کے پیش نظر ساری کوششوں اور سرگرمیوں کو اس کثرت میں وحدت پر مرکوز کر دیتی ہیں۔

اسلامی زندگی میں معاش اور معاد نیز ان کے تمام ایجابی و سلبی پہلوؤں کے لیے قرآن حکیم نے واضح ہدایتیں دے دی ہیں اور اس مجموعہ میں روح اخلاقیات جاری وساری ہے، اس نے اقتصادیات کے لیے راہیں کھول دیں مگر مجموعی افادیت کے پیش نظر حرام و حلال کی حد بندیاں بھی کر دی ہیں جن سے سر مو انحراف کی بھی گنجائش نہیں، اس طرح اس نے تصدیات میں بھی ایک

خاص اعتدال قائم رکھا ہے تاکہ معاصی میں ارتکاب کی صورت میں انسان فاسق و کافر، اور زہد وانزوا کی صورت میں نفس کش نہ ہو جائے۔

اسلام نے روح اور جسم کے تقاضوں کو پورا کرنے میں خدا اور خودی کے تقاضوں کے ساتھ مقصدی مطابقت کا اعلیٰ ترین نمونہ پیش کیا ہے، اسلامی فکر و نظر اور ثقافت کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس نے آئیڈیالوجی کو عمل کے ساتھ مربوط کر رکھا ہے، گویا اسلامی نظام حیات نظریہ اور عملی نمونے کی وحدت ہے جس میں سے کسی کو بھی الگ نہیں کیا جا سکتا، اسلامی فکر اگر ایک تصور ہے تو اسلامی ثقافت اس کی تصویر اور عملی تفسیر، اس میں عبادت زندگی سے الگ کوئی شے نہیں، بلکہ للہیت کی شرط کے ساتھ مسائل حیات ہی وسائل عبادت ہیں، اسلامی زندگی کا دوسرا نام بندگیٔ خداوندی ہے، اس کے نزدیک قابل قبول قدریں حق و معیار اور قابل رد امور باطل کی کسوٹی ہیں، اس نے انسانی وجود کے ظاہری و معنوی حیثیتوں اور ان کے مصالح کو مد نظر رکھتے ہوئے منہاج بنایا ہے تاکہ اسی سے امت کا مزاج بنے۔

اسلام میں خواہ روح کو غذا پہنچائی جائے یا جسم کو، اصل مقصود رضائے خداوندی ہے، اسلامی زندگی کا نقطۂ نظر مادیت کی طرح زیستن برائے خوردن نہیں بلکہ خوردن برائے زیستن ہے اور زیستن برائے اطاعت و بندگی، مرد مومن روٹی کھاتا ہے مگر اس کی نیت یہ ہوتی ہے کہ اس سے حاصل شدہ قوت وصلاحیت حق کی راہ میں صرف ہو، اس کا نظریہ زندگی برائے زندگی نہیں، جو آخر زندگی برائے درندگی کا نمونہ پیش کرتا ہے اور جس میں اسباب، ارباب کی جگہ لے لیتے ہیں، انسانیت حیوانیت سے مغلوب ہو جاتی ہے، خیر شر کے تابع ہوتی ہے۔

انسان اگر اپنے آپ کو پہچان لے تو درحقیقت اس کی معرفت ذات خدا آگاہی کی تمہید ہوگی بالفاظ دیگر یہ اس کی زندگی کی تاریخ کا دیباچہ ہوگی، عرفان نفس شریعت محمدی کی اتباع میں مضمر ہے اس لیے کہ ؎

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

اسلامی نظام حیات اپنی تمام تفصیلات و جزئیات میں اسی "کثرت میں وحدت" کا آئینہ دار ہے

عبادت ومعاشرت، تہذیب وسیاست، تاریخ وادب، اخلاق واجتماع الغرض تمام معاملات میں اسی کا نغمہ وآہنگ سنائی دیتی ہے، اگر کسی قوم کی خودی کمزور یا خوابیدہ ہو یا وہ اپنی خودی کی حفاظت نہ کر سکیں تو پھر اقبال کے الفاظ میں سرود وشعر وسیاست اور کتاب ودین وہنر سراپا فسوں وافسانہ بن جاتے ہیں اور چونکہ اس خودی کا وجود اتباع حق کا مرہون منت ہے، یہ نور خداوندی سے مستفید ہوتی ہے، خدا سے دوری اس کی موت ہے اگر اتباع حق نہ پایا جائے تو اس کا مطلب زندگی کی لامعنویت وہلاکت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

خودی را از وجود حق وجودے   خودی را از نمود حق نمودے
نمی دانم کہ ایں تابندہ گوہر   کجا بودے اگر دریا نبودے

اسلامی فکر ونظر کی عملی ترجمانی ملی اتحاد واجتماعیت کے رنگ وآہنگ میں سامنے آتی ہے، اس میں باہمی جذبہ تعاون وتناصر اور حق اندیشی کے ساتھ خیر اندیشی امت کو ایک WELL BLENDED BODIEDNESS عطا کرتی ہے، اس میں فرد جماعت کا خادم اور جماعت فرد کی کفیل ہوتی ہے، پورے نظام حیات اور دین کے ہیولیٰ میں نصح کی روح جاری وساری رہتی ہے، اسلام میں "نصح" صرف انہی قدروں تک محدود نہیں جو عرف عام میں مشہور ہیں، بلکہ اس کا دائرہ خودی اور خدا اور ان دونوں درمیانی مراحل سب تک محیط ہے۔ مندرجہ ذیل حدیث سے اس کا علم ہوتا ہے:

عن ابی رقیۃ تمیم بن اوس الداری رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الدین النصیحۃ، قلنا: لمن؟ قال: للہ ولکتابہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم

ابورقیہ تمیم بن اوس الداری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین نصیحت ہے ہم نے کہا کس کیلئے فرمایا اللہ کے لئے اور اس کی کتاب اور اس کے رسول کے لئے اور اس کے امام اور اس کے عام لوگوں کے لئے۔

(رواہ مسلم، ریاض الصالحین، باب فی النصیحۃ)

اس حدیث کی روشنی میں نصح کی دین میں گہرائی اور وسعت واہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، علماء نے اس حدیث کی یہ تشریح کی ہے کہ النصح للہ کا مطلب یہ ہے کہ توحید ربوبیت والوہیت

پر ایمان لایا جائے (یعنی یہ ایمان مفصل اٰمنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالی والبعث بعد الموت) پھر استقامت کے ساتھ اوامر اللہ کی پابندی وپیروی اور منہیات سے کلی اجتناب کیا جائے، دوسرے الفاظ میں قرآنی فکر ونظر کے سانچہ میں اپنی زندگی کو ڈھال دیا جائے، شرک، بدعات وخرافات سے محفوظ رہا جائے، اللہ کی کتاب کے لیے نصح یہ ہے کہ اس کو بلاشک وارتیاب منزل من اللہ سمجھا جائے، اپنی زندگی کا نظام اسی کی روشنی میں مرتب کیا جائے، ہر طرح کی لفظی ومعنوی تحریفات سے اس کو بچایا جائے، یوں تو خدا نے ہی اس کی حفاظت کی ذمہ داری لے لی ہے "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" رسول کے لیے نصح یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے، اس کی پیروی کی جائے، اسلامی فکر ونظر کے مقابلہ میں باطل کے تمام شاخسانوں کو نیست ونابود کر دینے کے لیے نبی کو اپنا وجود تک کو ہبہ کر دیا جائے، ائمہ مسلمین کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کی (اولوالامر کی) اطاعت کی جائے جب تک کہ وہ اطاعت خداوندی میں رہیں، ورنہ صاف اور واضح اصول ہے کہ "لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق" عام مسلمانوں کے لیے خیر اندیشی کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے لیے جو چاہیں وہی ان کے لیے بھی چاہیں، اجتماعی ملی بہبود کے لیے تعاون اور اخوت اسلامی کے رنگ میں رنگ جائیں اور پورے معاشرہ کو اسی میں رنگ دیں۔

ظاہر ہے کہ دین میں نصح وخیر خواہی کا یہ سرمدی اصول جب انسانی زندگی میں کار فرما ہوگا اور جب مرد مومن کی فکر ونظر، مزاج ونظام حیات اسی قرآنی آئینہ میں اپنا عکس اور نقش دیکھے گا تو پھر بنی آدم کے مسجود ملائک ہونے کا راز عیاں نظر آئے گا، یہ روئے زمین انسانیت زار اور فردوس بریں کا نقشہ پیش کرے گی اور اس تصور کی حسین تصویر دنیا دیکھ سکتی ہے۔

آپ کا سالانہ چندہ ختم ہوگیا

اس عنوان کا اگر کوئی لال پرچہ آپ کو موصول ہوگیا ہے اس کا مطلب ہے آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے اس کے بعد ہم دو مہینہ انتظار کرکے V.P.P. کے ذریعہ بھیجدیا گے بغیر اطلاع ڈاک کے بڑھتے ہوئے چارج کے پیش نظر ممکن نہیں ہے۔ اگر تحقیق مقصود ہو تو اپنے خریداری نمبر کے ساتھ جوابی خط تحریر کریں۔ خریداری نمبر نہ ہونے کی شکل میں جواب میں تاخیر ہو سکتی ہے (ادارہ)

غیر مسلموں کے ساتھ
مسلمان فرمانرواؤں کا برتاؤ

سید رئیس احمد جعفری ندوی

مُسلمان فرمانرواؤں کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ انھوں نے باہمی طور پر خواہ کتنے ہی ایک دوسرے کے حقوق پامال کیے ہوں لیکن غیر مسلموں پر دست تعدی کبھی دراز نہیں کیا بلکہ ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ رواداری کا برتاؤ کیا۔ حجاج بن یوسف جیسا شخص بھی مسلمانوں کے لیے قضائے مبرم تھا، غیر مسلموں کے ابر رحمت تھا۔

مصر کے فاطمی خلفاء رواداری میں اور غیر مسلموں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ احسان و سلوک کرنے میں اتنے بڑھ گئے کہ امام ابن تیمیہ نے ان کے کفر کا فتویٰ صادر کر دیا۔

سلطان ابن سعود مرحوم نے فتاویٰ ابن تیمیہ کا جو مجموعہ شائع کیا ہے اسے دیکھ کر ہمارے اس دعوے کی تصدیق کر لی جا سکتی ہے جس طرح ہندستان میں اورنگ زیب عالمگیر متعصب بدنام ہے لیکن جادو ناتھ سرکار مسلم دشمن مورخ نے بھی اعتراف کیا کہ اس نے مندر کو بڑی بڑی جاگیریں بخشیں اور بڑے بڑے مناصب پر ہندؤں کو فائز کیا۔ اسی طرح فاطمی خلفاء میں الحاکم کا تعصب بدنام ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اس نے غیر مسلموں کے ساتھ بہت زیادہ حسن سلوک کا برتاؤ کیا۔

موسیو لیبان نے لکھا ہے:

"جو امور عام معاشرت سے متعلق تھے مثلاً جائداد وراثت اور نکاح وغیرہ انھیں عرب فاتحین (فاطمی خلفاء) نے اس عمدگی سے (سسلی میں) رسم و رواج ملک کے مطابق ٹھہرا دیا تھا کہ نارمن (جنھوں نے سسلی مسلمانوں سے چھینا اور وہاں کے حاکم بن گئے) بھی بالالتزام انہی قواعد کی پابندی کرتے رہے عربوں (فاطمی خلفاء) کی حکومت میں عیسائیوں کو مذہب رسم و رواج اور قانون کی پوری آزادی ملی۔

ایک راہب جو پلرمو (سسلی) کے کلیسا کا قسیس ہے لکھتا ہے کہ پادریوں کو پوری آزادی تھی کہ اپنے مذہبی مراسم بجالائیں۔ ایک دوسرا قسیس مورد کول بیان کرتا ہے کہ میسینا میں فتح کے وقت جتنے عیسائی معاہدہ پر موجود تھے ان کی پوری پوری حفاظت کی گئی۔

ایک اور بہت بڑے مورخ مسٹر اسکاٹ کا بیان ہے ـ "عربی کے قصائد اور نظمیں نہ صرف پلرمو میں بلکہ ہمسایہ شہر روم میں بڑی شان اور عربی لب و لہجہ میں پڑھی جاتی تھی۔ مسلمان اور غیر مسلم یکساں جوش و خروش کے ساتھ داد دیتے اور تحسین آفریں کرتے تھے۔ مسلمانوں نے نہ کبھی اپنی زبان کے بارے میں عصبیت برتی بلکہ سسلی (صقلیہ) کی قدیم زبانوں کو بھی زندہ اور باقی رکھا چنانچہ پورے اسلامی دور میں وہاں کی قدیم زبانیں یونانی اور لاطینی رائج رہیں۔ ہر شخص کو آزادی تھی کہ جو زبان چاہے استعمال کرے چنانچہ یہ دونوں زبانیں عوامی اور سرکاری طور پر باقاعدہ استعمال ہوتی رہیں۔"

فاطمی حکومت فرقہ پرستی سے بھی بلند تھی "تاریخ صقلیہ" کے مصنف کا بیان ہے ـ "اگرچہ صقلیہ میں تقریباً سو برس تک شیعی حکومت قائم رہی لیکن فرقہ وارانہ حیثیت سے اس کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوا۔ نہ حکومت نے کبھی شیعیت کو فروغ دینے کی کوشش کی نہ رعایا نے اس کی جانب تنفر یا میلان کا اظہار کیا۔ وہ اہل سنت تھے اور اپنے مسلک پر سختی سے قائم رہے۔"

صقلیہ میں فاطمیوں کی حکومت اپنی پیشرو عیسائی حکومت سے کہیں زیادہ منصف اور روادار تھی۔ مسٹر اسکارٹ لکھتے ہیں ـ "دربار قسطنطنیہ (عیسائی حکومت) کے محاصل بہ نسبت مسلمانوں کے جزیہ کے بہت سخت تھے۔"

"تاریخ صقلیہ" میں ہے "جب فاطمیوں کا دور آیا تو (مصر کی) حکومت کا مذہب شیعی قرار پایا لیکن عہدۂ قضا بدستور سنّی قاضی مقرر ہوتے رہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حکومت کے شیعی المذہب ہونے کے باوجود یہاں سنی قوانین ماخذ تھے۔

اسلامی حکومت نے صقلیہ کے عیسائی باشندوں کے لیے جداگانہ عدالتیں قائم کی تھیں ان کے مقدمات انہی عدالتوں میں پیش ہوتے تھے، موسیو لیبان لکھتے ہیں "ان امور میں جو عام ملکی مسائل سے متعلق نہ تھے عیسائی خود اپنے قانون کے پابند اور اپنے مذہبی احکام کے پیرو تھے۔ پرانے یونانی احکام فوجداری جنھیں اسٹراٹیج کہتے تھے اب تک قائم تھے۔

دولت کلبیہ (فاطمیہ) کے قضاۃ کے جو نام دستیاب ہوئے ہیں، ان میں سے اکثر مالکی المذہب ہیں کیونکہ فاطمیوں نے حکومت سے مذہب کو علاحدہ کر دیا تھا اور چونکہ رعایا کی غالب اکثریت سنیوں پر مشتمل تھی لہذا عہدۂ قضاۃ پر سنی ہی سرفراز کیے جاتے رہے۔

مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں۔ "صقلیہ کے عیسائی تعصب مذہبی کے باوجود مسلمانوں کی عادلانہ حکومت کو اچھی نظروں سے دیکھنے لگے تھے خصوصاً قسطنطنیہ کی طماع و جابر (عیسائی) حکومت کے مقابلہ میں جب رعایائے بازنطینی اپنی حالت کا مسلمانوں کی عیسائی رعایا کے حالات سے موازنہ کرتی تو اپنے کو ناخوشگوار حالات میں پاتی اور مسلمانوں کی مسیحی رعایا پر رشک کرتی۔

مسلمانوں نے جو محاصل لگائے تھے وہ قانون کی رو سے مقرر تھے جن میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی تھی، وہ مداخلت کے خوف و خطر سے بے پروا اپنے مذہبی مراسم ادا کرتے تھے اور اپنی تمدنی حالت پر قائم تھے"۔

مشہور مورخ فلپ کا بیان ہے "اموی خلفا باستثنا عمر ثانی وجوہ اقتصادی کی بنا پر غیر مسلموں کے قبول اسلام کو پسند نہیں کرتے تھے خصوصاً ان لوگوں کے قبول اسلام کو جو زرعی زمینوں کے مالک تھے۔ عراق کے علوی اور حجاز کے راسخ العقیدہ لوگ حضرت معاویہؓ کے سخت مخالف تھے، تخت حکومت کی حفاظت کے لیے مسیحی رعایا پر بھروسہ کیے بغیر چارہ نہ تھا۔ اسی لیے انھوں نے ایک یعقوبی مسیحی خاتون میسون سے عقد کیا وہی یزید کی ماں تھی حضرت معاویہؓ کا درباری شاعر الخطل اور طبیب خاص دونوں مسیحی تھے۔ مالیات کے انتظام کے لیے انھوں نے منصور

ابن سرجون کی خدمات سے فائدہ اٹھایا جو دمشق کے سینٹ جان (یوحنا) کا دادا تھا۔

عہدی نے مذہبی آزادی کا اعلان کر دیا اور احکام جاری کیے کہ کسی کو اسماعیلیت پر مجبور نہ کیا جائے۔ وزارت دیوانی اور کتابت کے مناصب عالیہ بھی فاطمیوں نے عیسائیوں اور یہودیوں کو تفویض کیے۔ ان کے پورے عہد حکومت میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کسی غیر مسلم کو محض مذہب کی بنا پر ہدف ستم بنایا گیا ہو یا انھیں عدل و انصاف سے محروم رکھا گیا ہو، یا جور و جبر سے تبدیلیٔ مذہب کی کوشش کی گئی ہو۔ فرنگی مورخوں نے مسلمانوں کو بدنام کرنے اور مسلمان فرمانرواؤں کو متہم کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے لیکن مذکورہ بالا حقائق سے انکار کی جرأت وہ بھی نہ کر سکے۔

روحانی بارش

— مولانا عبدالماجد دریابادی

چاند اپنے سفر کی گیارہ منزلیں طے کر کے پھر وہیں آگیا جہاں آج سے ایک سال قبل تھا۔ روحانی بارش کا موسم پھر آگیا۔ دلوں کی کھیتی پھر ہری ہونے لگی، رحمتوں کی گھٹائیں پھر جھم جھم برسنے لگیں۔ برکتوں کے کنول پھر کھلنے لگے۔ عفو و مغفرت کے خزانے ایک بار پھر وقف عام ہو گئے۔ جنت کا ٹکٹ پھر ارزاں ہو گیا۔ آپ مسلمان ہیں۔ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں۔ مسلمان کے گھر میں پیدا ہوئے۔ مسلمانوں کا نام اور وضع رکھتے ہیں۔ اپنے رب غفور کی ان بخششوں سے کیا خدانخواستہ آپ فائدہ نہ اٹھائیں گے؟ پروردگار رحیم و کریم کی ان فیاضیوں کو کیا خدانخواستہ آپ اپنے حق میں بے کار رکھیں گے؟

کون بہتر، کون بدتر؟

آئینۂ اخلاق میں آپ اپنی ادا دیکھ

—— • عائشہ بی

حسب ذیل ۳۴ صفات رکھنے والی خواتین پیش کی جاتی ہیں، ان میں سے آپ کے نزدیک سب سے زیادہ کون بہتر ہے اور بدتر کون ہے؟

دولت مند خاتون مگر ہمدردی و غمگساری نام کو نہیں۔

غریب عورت مگر ہمدردی و غمگساری کا جذبہ بھرا ہو

دولت مند عورت اور غریبوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والی۔

حَسین عورت مگر کج خلق اور بدزبان۔

حسنِ صورت اور حسن سیرت دونوں میں ممتاز۔

بدصورت مگر اخلاق بدرجہ اتم موجود۔

بدصورت اور زبان کی خرابی سے سب عاجز۔

عبادت گزار اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے والی۔

نمازوں کی پابند مگر معاملہ کی خراب۔

روزہ رکھنے والی مگر غیبت اور چغلی کی عادی۔

ماں کی اطاعت گزار، باپ کی فرمانبردار، شوہر کی تابعدار، مگر خدا بیزار۔

خلیق و ہمدرد مگر نماز نہ پڑھنے والی

نمازوں کی پابند، پاک دامن اور باحیا۔

پردہ نشین اور تارک نماز۔

اچھی بات کہنے والی اور اچھے عمل کرنے والی۔

پڑھی لکھی اور بے عمل۔

ان پڑھ اور عمل بھی خراب۔

سلیقہ مند اور با اخلاق۔

اپنے پرائے کے کام آنے والی۔

سب سے کام لے کسی کے کام نہ آئے۔

سب کے کام آئے کسی سے خدمت نہ لے۔

جو پکائے اپنی پڑوسن کو ضرور بھیجے۔

اپنی دولت صرف اپنے اور اپنے بچوں پر صرف کرے۔

اپنے فائدہ سے زیادہ دوسرے کے فائدہ کا خیال کرے۔

جب بولے ہنس کر بولے اور بات کرے تو بہتر کرے۔

صاف دل، پاک نگاہ، حسن گفتار، خوبی کردار کی مالک۔

بات اچھی اور دل خراب۔

تعلیم یافتہ اور آزاد و بے باک۔

علم سے بے بہرہ اور پردہ نشیں۔

کہے کچھ اور کرے کچھ۔

دوسروں کے عیب خوب ٹٹولے، اپنے عیب پر نظر نہ کرے۔

اپنے عیب تلاش کرے، دوسروں کی عیب پوشی کرے۔

خوددار، امانت دار، سلیقہ مند اور عبادت گزار۔

آپ بیتی

عبدالمجید قریشی

ایک روسی خاندان کی آپ بیتی ملاحظہ فرمائیں :-

میرے والد ہر اتوار کو گرجا جایا کرتے تھے۔ مگر میری والدہ ایک دن بھی گرجا نہیں گئیں۔ مجھے اس کا بڑا درد تھا۔ میں چاہتی تھی کہ ہمارے محلہ والوں کی طرح میری والدہ بھی گرجا ضرور جائیں اس لئے جب بھی میرے والد گرجا کے لئے تیار ہوتے میں اپنی والدہ سے لپٹ جاتی، دھلے ہوئے کپڑے ان کے سامنے لا رکھتی۔ انھیں انگلی پکڑ کر کھینچتی، کبھی خود منت کرتی اور کبھی والد کے پاس شکایت لے کر جاتی، یہ اس وقت کی باتیں ہیں جب میں شعور کے نور سے خالی تھی۔

ہفتے میں کئی دفعہ ایسا ہوتا، ہمارے مکان کے تمام دروازے بند ہوتے اور میری والدہ ایک تنہا کمرے میں بیٹھ جاتی۔ میں ان کے چہرے سے معلوم کرتی کہ ان کے لب ہل رہے ہیں، اس وقت میں انھیں چھیڑتی، ہنساتی، بلاتی مگر والدہ میری طرف ذرا بھی توجہ نہ کرتیں۔ میں تنگ آکر رونے لگتی اور بگڑ جاتی لیکن تھوڑی ہی دیر بعد والدہ مجھے اپنی گود میں بٹھا لیتی تھیں اور جب پیار کرتیں تو میں من جاتی یہ اس وقت کی کہانی ہے جبکہ میرا معصومیت سے پیار تھا۔ جب میں ذرا بڑی ہوئی تو میں نے اپنی والدہ سے ہمراز بننے کی کوشش شروع کر دی۔ ایک دن موقع پاکر اور انھیں مہربان دیکھ کر میں نے اپنا حرف مطلب ان کے سامنے پیش کر دیا۔

" آپ والد کے ساتھ کیوں گرجا نہیں جاتیں "؟

" بیٹی! میرے ماں باپ مسلمان تھے " والدہ نے جواب دیا۔

خزینۃ الکتب ندوۃ العلماء

اور آپ میں نے پوچھا ؟

" مجھے عیسائی کر لیا گیا ہے " والدہ نے افسوس کے ساتھ جواب دیا۔

" کیا مسلمان عیسائی نہیں ہوتے ؟ میں نے پوچھا۔

" یہ اپنے پڑوس میں تم مسجد دیکھ رہی ہو " والدہ نے جواب دیا۔ جہاں دن میں کئی مرتبہ ایک شخص اونچی آواز سے کچھ پکارتا ہے، جو لوگ اس مسجد میں جمع ہوتے ہیں مسلمان ہیں اور جن لوگوں کو تم گرجے میں دیکھتی ہو وہ عیسائی ہیں۔ تمہارے والد عیسائی ہیں اور میں مسلمان تھی۔ پندرہ سال پہلے میرے والدین قتل کر دیئے گئے اور مجھے عیسائی بنا لیا گیا۔ تمہارے والد دراصل یہاں کے باشندے نہیں ہیں۔ یہ ماسکو میں ڈاکٹر تھے، وہاں انھوں نے حکومت کی مخالفت کی تھی اس واسطے یہاں گاؤں میں جلاوطن کر دیئے گئے۔ اور اس کے کچھ عرصہ بعد ہماری آپس میں شادی ہو گئی "۔

" کیا انھیں معلوم نہیں تھا کہ آپ مسلمان ہیں " میں نے پوچھا۔

معلوم کیوں نہیں تھا ؟ یہی وجہ ہے کہ وہ مجھے گرجا کے لئے نہیں کہتے، والدہ نے جواب دیا۔

" اور وہ بات، آپ چھپ چھپ کر چپکے چپکے کیا پڑھتی ہیں ؟ " میں نے پوچھا۔

" بیٹی یہ ہماری نماز اور عبادت ہے۔ وہی نماز جو مسلمان مسجد میں ہر روز پڑھتے ہیں "۔ والدہ نے کہا میں والدہ سے یہ راز و نیاز کی باتیں کر رہی تھی کہ والد صاحب مکان میں داخل ہوئے، ان کے چہرے پر ہنسی کھیل رہی تھی اور ان کے ہاتھ میں بڑا سا لفافہ تھا۔ انھوں نے خوشی خوشی والدہ کو مخاطب کیا، اور فرمایا "۔ مبارک ہو میری جلاوطنی کا حکم منسوخ ہو گیا۔ اب ہمیں ماسکو جانے کی تیاری کرنی چاہئے۔ چند روز کے بعد ہم تاتار سے ماسکو روانہ ہو گئے۔ میری والدہ بیمار ہو گئیں اور سفر ماسکو کے تمام ہونے سے پہلے ہی آخرت کو روانہ ہو گئیں۔ میں والد صاحب کے ساتھ ماسکو آگئی مگر میرا دل خوشی سے خالی تھا۔ ماسکو پہنچنے کے تھوڑا عرصہ بعد والد بھی گذر گئے۔ میری عمر اس وقت چودہ برس تھی۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میں چودہ برس ماسکو میں رہی اور اب یک لخت غموں کے دوزخ میں ڈال دی گئی ہوں۔

میں تاتار کے ایک اسلامی گاؤں میں پیدا ہوئی اور مسجد کے سائے میں پروان چڑھی تھی۔ میرے بچپن کی تمام کہانی اذان کے صداؤں میں ملفوف تھی۔ میں نے ایک نیک نہاد ماں کے آغوش میں پرورش

پائی تھی۔ میں جب کبھی اپنی آنکھ بند کرتی تو مجھے بے شمار تاتاری مسلمان اپنے اپنے گھروں میں نمازیں پڑھتے نظر آتے تھے، ایک طرف مسلمانوں کی صاف ستھری اور پاک سوسائٹی کا تصور تھا اور دوسری طرف ماسکو کے مسیحیوں کا شراب آلود، وحشیانہ اور گندہ ماحول تھا۔ اگرچہ میں نے روحانی معاملات پر کبھی زیادہ توجہ نہیں دی تھی لیکن روس، امریکہ اور انگلستان میں ایک مدت گذارنے کے بعد میں غیر محسوس طور پر اس بات کی معترف ہوگئی کہ زندگی کی راہ میں انسان کے لئے کسی اصول و ہدایت اور ضابطہ اخلاق کی پابندی ضروری ہے۔ اس لئے میں نے مسیحیت کا مطالعہ کیا مگر رسم و رواج اور اوہام کی بندھنوں سے آزاد ہونے کے باوجود مسیحیت مجھے تسکین نہ دے سکی۔ میں مسیحیت کے بنیادی اصولوں۔ (۱) الوہیت مسیح (۲) گنہگاریٔ آدم اور کفارہ کو تسلیم نہ کرسکی۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا کہ خدا تعالیٰ کی ذات پر مسیح کی عظیم انسان شخصیت چھائی ہوئی ہے۔ میں کبھی یہ یقین نہیں کر سکی تھی کہ مظلومی اور موت، خواہ وہ شخص کتنا ہی پاکباز ہو، تمام دنیا کے گناہوں کا کفارہ دے سکتی ہے۔ خاص طور پر اس حال میں جب کہ میں دیکھ رہی تھی کہ دنیا بدستور گناہ کرتی جارہی ہے اور کفارہ کے متعلق کسی کو یاد تک نہیں ہے کہ کوئی قربانی ہوئی یا نہیں ہوئی؟

اب میں قدرتی طور پر اسلام کی طرف متوجہ ہوئی۔ میں نے قدرتی طور پر اس لئے کہا کہ مجھ پر اسلام کا ہمیشہ اثر رہا۔ میں نے بچپن ہی سے اسلام کی فضا میں پرورش پائی تھی۔ قرآن پڑھتے سے مجھے یوں معلوم ہوا کہ گویا میں اپنے گھر واپس آرہی ہوں۔ میں قرآن مجید کو جتنا زیادہ پڑھتی تھی، اسی قدر میرے دل کا اعتراف بڑھتا جارہا تھا کہ اسلام ہی ایک سچا مذہب ہے۔ بلکہ ان لوگوں کے لئے جو زندگی کے حقائق اور علم و حکمت کے فضائل سے آنکھیں بند کرنا چاہیں۔

میں مجبور ہوگئی کہ مسیح کی تعلیمات کا اسلام سے مقابلہ کروں، میں نے محسوس کیا کہ مسیح کی تعلیمات اپنی تمام پاکیزگی اور عظمت کے باوجود یا تو رہبانیت اور زندگی کے انکار کی طرف لے جاتی ہے یا موجودہ زندگی کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے کے لئے انسان کو ریاکار، منافق اور نمائش پسند بننے پر مجبور کر دیتی ہے۔ عیسائیت، اسلام کی اس صاف منطق کا مقابلہ نہیں کر سکتی جس کا پہلا اور آخری سبق صرف یہ ہے کہ انسان کو چاہئے کہ وہ خدا کی مرضی کے تابع ہو کر تکمیل شرف انسانی کے لئے جدوجہد کرے۔

میں نے دیکھا کہ اسلام میں نہ تو غیر عقلی اور غیر منطقی اصولوں کی بھرمار ہے، نہ نجات کے ساحرانہ نظریئے، بلکہ اسلام ایک مکمل ہدایت ہے، ایک مکمل ضابطہ اخلاق ہے زندگی کے پورے دور کے لئے، اسلام نہ تو انسانی عقل کی شہادتوں کا انکار کرتا ہے اور انسان کے قدرتی جذبات کا گلا گھونٹتا ہے، میں سمجھ ہی نہیں سکی کہ کوئی شخص اسلام کے متعلق ان حقیقتوں کے اعتراف سے کیونکر انکار کر سکتا ہے؟ شاید یہی وجہ ہے کہ اسلام کے بہت سے نکتہ چیں، ہر طرف سے مغلوب اور مجبور ہو کر بالآخر اسلامی ممالک کے باشندوں کی پسماندگی پر برس پڑتے ہیں، اور وہ جان بوجھ کر اس حقیقت سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں کہ مسلمانوں کی برائیاں، اسلامی تعلیمات کا نتیجہ نہیں ہیں بلکہ ان کے ملکی اور سیاسی حالات کے باعث، ان پر غربت و افلاس اور جہالت و پسماندگی کی گھٹائیں طاری ہوگئی ہیں۔ مجھے صرف اس امر کا افسوس ہے کہ سچائی کو اس سے پہلے کیوں نہ دیکھ سکی۔ اس لئے کہ اس طرح نہ صرف یہ کہ میں خود زیادہ مسرور و خوش وقت ہو جاتی بلکہ ملت اسلامیہ کے لئے بھی زیادہ کارآمد اور مفید بن سکتی۔ ٭٭

فون
آفس ۸۲۸۰۳
پرائیویٹ ۸۳۳۲۹
فیکٹری ۵۱۲۵۲
ٹیلی گرام خمیرہ
ٹیلکس ۳۴۵-۵۳۵ آزادان
حقہ
خمیرہ تمباکو
مینوفیکچررس اینڈ ایکسپورٹس
آزاد بھارت تمباکو فیکٹری
ناداں محل روڈ۔ لکھنؤ (انڈیا)
پارٹنر ار حاجی محمد امتیاز خاں

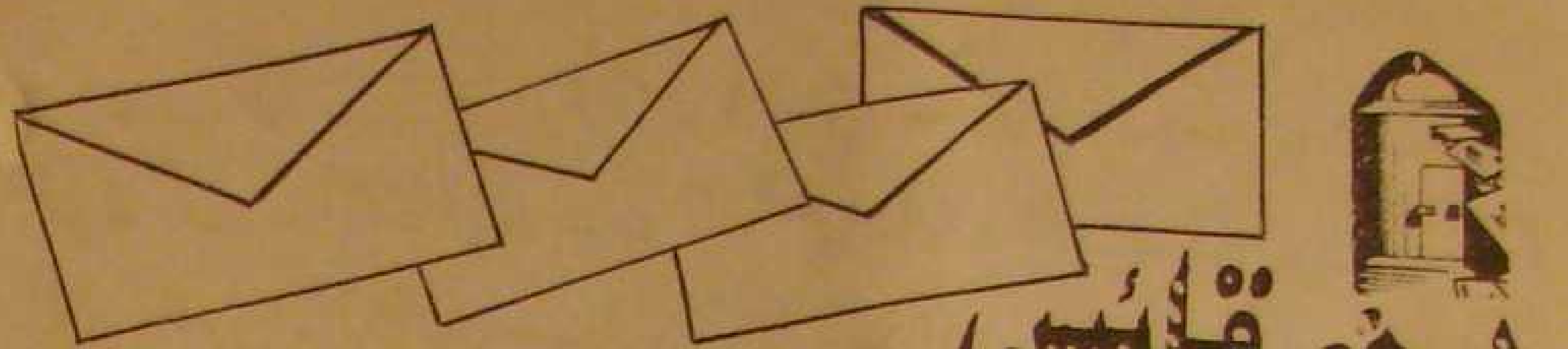

بزمِ قارئین

محترم المقام جناب منیجر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بے حد مسرت کی بات ہے کہ چند روز قبل آپ کے ادارہ کا پتہ چلا۔ خیر مجھے معلوم ہوا کہ آپ اپنے ادارہ سے رضوان شائع کر رہے ہیں قوم وملت کی خدمت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس خدمت کو قبول فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

والسلام

قسیم احمد۔ مغربی بنگال

محترم ایڈیٹر صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خوشی کی بات ہے کہ اشاعت رضوان سے امت کو بہت فائدہ ہو رہا ہے ماہ فروری کے شمارہ میں جو جہیز سے متعلق مضمون شائع ہوا بہت مفید اور عبرت انگیز تھا۔ جہیز کے متعلق کچھ فضائل اور احادیث والے مضامین فائدہ مند ہوں گے۔

فقط:۔ عبدالرزاق

مکرمی منیجر صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فروری اور مارچ ۸۷ء کے رسالے موصول ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اس ماہنامہ (رضوان) کی عمر دراز کرے۔ اور دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائیں۔ رضوان کا بے چینی سے منتظر رہتا ہوں اسی لئے بار بار خطوط لکھتا ہوں۔

والسلام

رحیم الدین۔ حیدرآباد

کشیدہ کاری کا بہترین نمونہ

رنگوں کے اشارے

1 نارنجی	
2 ہلکا سرخ	7 زرد
3 سرخ	8 ہلکا سبز
4 سرخ زرد	۹ سبز
5 خاکی	۱۰ گہرا سبز
6 ہلکا زرد	۱۱ سیاہ